پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

جھوٹ کی سنگینی

اور

اُس کی اَقسام

دار النور اسلام آباد

جھوٹ کی سنگینی

اور

اُس کی اقسام

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

دار النور۔ اسلام آباد

اشاعت ———— 2011ء
قیمت ———— -/250 روپے
اہتمام ———— قدوسیہ اسلامک پریس

پاکستان میں ملنے کے پتے

دار النور
اسلام آباد
Mobile: 0333-5139853 , 0321-5336844
V-Phone: 051 - 2575158

مکتبہ قدوسیہ
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Tel # +92-42-37351124 , +92-42-37230585
E-mail: info@quddusia.com
www.QUDDUSIA.com

سعودی عرب میں ملنے کے پتے

مکتبہ بیت السلام
الریاض 11474 سعودی عرب
Phone: 4381122-4381155 Fax: 4385991
Mobiles: 0505440147-0542666646
0532666640

دار الفرقان
الریاض سعودی عرب
Phone & Fax: 4354686
Mobiles: 0507419921-0508176378
0553093117

متحدہ عرب امارات میں ملنے کا پتہ

دار السلام، شارجہ
Phone: 00971 6 5632623
Fax: 5632624

فہرست موضوعات

پیش لفظ

مبحث اوّل

جھوٹ کی سنگینی

(ا)

جھوٹ کا زمانہ جاہلیت میں معیوب سمجھا جانا

(۲)

جھوٹ کا ایمان کے منافی ہونا

(۷)

جھوٹ کا باعث قلق واضطراب ہونا

(۸)

جھوٹ کا راہِ ہدایت میں رکاوٹ ہونا

(۹)

جھوٹ اور اس کے مطابق عمل قبولیتِ روزہ میں رکاوٹ

(۱۰)

جھوٹ کا تاجروں کو فاجر بنانے والی چیزوں میں سے ہونا

(۱۱)

جھوٹ کا گناہوں اور جہنم کی طرف لے جانا

(۱۲)

کذاب کے لیے شدید اور طویل عذاب

(۱۳)

رسول اللہ ﷺ اور حضراتِ صحابہ کا جھوٹ کے متعلق موقف

(۱۴)

جھوٹ کا خالی از خیر ہونا

مبحث دوئم

جھوٹ چھوڑنے کا عظیم الشان صلہ

مبحث سوئم

جھوٹ کی اقسام

(۱)

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا

(۵)

نہ ملنے کے باوجود حاصل ہونے کا دعویٰ کرنا

(۶)
تہمت لگانا

(۸)

مال کی خاطر جھوٹی قسم کھانا

(۱۲)

ازراہِ تکلف جھوٹ بولنا

(۱۳)

مخاطب کو حقیر سمجھتے ہوئے جھوٹ بولنا

(۱۴)

ہر سنی ہوئی بات بیان کرنا

مبحث چہارم

جھوٹ بولنے کی اجازت کے مواقع

حرفِ آخر

پیش لفظ

إنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ. وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ. وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. ﴾[1]

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. ﴾[2]

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوا قَوْلًا سَدِيْدًا. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا. ﴾[3]

امابعد! گناہوں میں سے کچھ گناہ کبیرہ ہیں، پھر کبیرہ گناہوں میں سے بعض گناہ بہت ہی سنگین ہیں۔ معاشرہ میں ان کے رواج کی بنا پر لوگ شدید اذیت اور مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ ایسے ہی گناہوں میں سے ایک بدترین گناہ جھوٹ ہے، لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے، کہ بہت سے لوگ دوسرے کے ہاتھوں جھوٹ کی وجہ سے پریشان ہونے کے باوجود، خود جھوٹ بولنے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔

---

[1] سورة آل عمران / الآية ١٠٢.
[2] سورة النساء/الآية الأولى.
[3] سورة الأحزاب / الآيتان ٧٠-٧١.

خرابی صرف یہیں تک نہیں، بلکہ بہت سے دوسرے لوگوں کے جھوٹ پر رنجیدہ ہونے والے، اپنے لیے دروغ گوئی کو عقل و دانش کی علامت سمجھتے ہیں۔ کذب بیانی سے بزعم خود دوسروں کو بیوقوف بنانے کا تذکرہ اپنے لیے باعث افتخار گردانتے ہیں۔

جھوٹ سے خود اپنے آپ کو، اہل وعیال، بہن بھائیوں اور تمام انسانیت کو بچانے کی غرض سے میں نے اس کتاب میں اس کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ باتیں درج ذیل چار عنوانوں کے تحت ترتیب دینے کا توفیقِ الٰہی سے عزم کیا ہے:

۱: جھوٹ کی سنگینی

۲: جھوٹ چھوڑنے کا عظیم الشان صلہ

۳: جھوٹ کی اقسام

۴: جھوٹ بولنے کی اجازت کے مواقع

کتاب کی تیاری میں پیش نظر باتیں:

اس سلسلے میں توفیقِ الٰہی سے درج ذیل باتوں کا اہتمام کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱: کتاب کے لیے بنیادی معلومات قرآن وسنت سے حاصل کی گئی ہیں۔

۲: احادیث شریفہ کو عام طور پر ان کے اصل مآخذ ومراجع سے نقل کیا گیا ہے۔

۳: صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے نقل کردہ احادیث کے متعلق علمائے حدیث کے اقوال پیش کیے گئے ہیں۔ احادیث صحیحین کی صحت پر اجماع اُمت کے پیش نظر، اہل علم کے ان کے متعلق، اقوال کو ذکر نہیں کیا گیا۔ [1]

۴: آیاتِ کریمہ اور احادیث شریفہ سے استدلال کرتے وقت تفاسیر اور شروح

---

[1] ملاحظہ ہو: مقدمة النووي لشرحه على صحيح مسلم، ص: ١٤؛ و نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر للحافظ ابن حجر، ص٢٩.

حدیث سے مقدور بھر استفادہ کیا گیا ہے۔

۵: نبی کریم ﷺ اور سلف صالحین کے کچھ ایسے واقعات کو ذکر کیا گیا ہے، جن سے جھوٹ کے متعلق ان کی نفرت واضح ہوتی ہے۔

۶: صورتِ احوال کو اچھی طرح نکھارنے کی غرض سے جھوٹ کی چند ایک رائج الوقت شکلوں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

۷: کتاب کے آخر میں مصادر و مراجع کے متعلق تفصیلی معلومات درج کر دی گئی ہیں۔

شکر و دعا:

اپنے رب رحیم و کریم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے مجھ ناچیز کو اس اہم موضوع کے بارے میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ **فَلَهُ الْحَمْدُ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضٰی نَفْسِهٖ و مِدَادَ كَلِمٰتِهٖ.**

رب ذوالجلال والاکرام میرے والدین محترمین کی قبروں پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائیں، کہ انہوں نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے خوب جدو جہد فرمائی **(رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا)**

اللہ تعالیٰ میری اہلیہ محترمہ کو میری مصروفیات کا خیال رکھنے اور میری خوب خدمت کرنے کے عوض دنیا و آخرت میں بہترین جزا عطا فرمادیں۔ عزیزان القدر حافظ سجاد الٰہی اور عمر فاروق قدوسی کے لیے دعا گو ہوں کہ انہوں نے کتاب کی مراجعت میں تعاون کیا۔ جزاهما الله تعالیٰ خیرًا فی الدارین.

اللہ تعالیٰ مجھے، میرے اہل و عیال، تمام اہل اسلام اور ان کے اہل و عیال کو جھوٹ سے محفوظ رکھیں اور ہم سب کے اہل و عیال کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیں۔ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ.

اللہ کریم اس معمولی کاوش کو قبول فرمائیں اور اسے میرے لیے، میرے اہل و عیال، بہن بھائیوں اور ان کے اہل وعیال، اعزہ واقارب اور تمام قارئین کے لیے جھوٹ سے دور رہنے کا سبب بنادیں۔ إِنَّهُ جَوَّادٌ كَرِيمٌ.

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا وَعَلٰى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ.

الریاض فضل الٰہی

۱۴۲۷/۶/۱۸ھ

بمطابق ۲۰۰۶/۷/۱۴م

مبحث اوّل

جھوٹ کی سنگینی

تمہید:

جھوٹ بدترین گناہوں اور سنگین عیوب میں سے ہے۔ ❶ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ❷ قرآن وسنت میں اس کی قباحت اور برائی کو خوب واضح کیا گیا ہے۔ سلف صالحین نے بھی اس کی خرابی کو اچھی طرح واضح کیا ہے۔

جھوٹ کی سنگینی اور برائی کے متعلق اس مقام پر کچھ باتیں توفیق الٰہی سے درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کی جارہی ہے:

ا: جھوٹ کا زمانہ جاہلیت میں بھی معیوب سمجھا جانا

۲: جھوٹ کا ایمان کے منافی ہونا

۳: عباد الرحمٰن کی جھوٹ کی مجالس سے دُوری

۴: جھوٹ اور شرک کا باہمی تعلق

۵: جھوٹ کا منافقوں کی خصلتوں میں سے ہونا

۶: دروغ گوئی کا شیطان کا وصف ہونا

۷: جھوٹ باعث قلق اور اضطراب

۸: راہِ ہدایت کی ایک رکاوٹ جھوٹ

---

❶ ملاحظہ ہو: إحياء علوم الدين ۳/ ۱۲۳.

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ۳/ ۶۰۴.

۹: جھوٹ اور اس کے مطابق عمل قبولیتِ روزہ میں رکاوٹ

۱۰: جھوٹ کا تاجروں کو فاجر بنانے والی چیزوں میں سے ہونا

۱۱: جھوٹ کا گناہوں اور جہنم کی طرف لے جانا

۱۲: کذاب کے لیے شدید اور طویل عذاب

۱۳: رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کی نظر میں جھوٹ بدترین عادت

۱۴: جھوٹ کا خالی از خیر ہونا

(۱)

جھوٹ کا زمانہ جاہلیت میں معیوب سمجھا جانا

جھوٹ کی برائی اور قباحت کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بھی اسے معیوب سمجھتے تھے۔ ان میں سے کوئی معزز شخص اپنی طرف جھوٹ کی نسبت گوارا نہ کرتا تھا۔ یہ حقیقت اس قصہ میں نمایاں ہے، جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کیا ہے، کہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے انہیں بتلایا، کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی موصول ہونے پر شاہ روم نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں [1] کو اپنے ہاں طلب کیا اور اپنے ترجمان کی وساطت سے ان سے دریافت کیا کہ: ''نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کے ساتھ سب سے قریبی رشتہ داری کس کی ہے؟''

ابوسفیان بیان کرتے ہیں: ''میں نے کہا: ''میں رشتہ داری میں اس کا سب سے قریبی ہوں۔''

اس [شاہ روم] نے کہا:

''أَدْنُوْهُ مِنِّيْ، وَقَرِّبُوْا أَصْحَابَهُ ، فَاجْعَلُوْهُمْ عِنْدَ ظَهْرِهِ.''

''اس کو میرے قریب کرو، اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کرو اور انھیں اس کے پس پشت بٹھا دو۔''

پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا: ''ان سے کہو:

'' إِنِّيْ سَائِلٌ هٰذَا عَنْ هٰذَا الرَّجُلِ ، فَإِنْ كَذَبَنِيْ فَكَذِّبُوْهُ.''

''میں اس شخص سے سوال کرنے لگا ہوں۔ اگر اس نے مجھ سے جھوٹ بولا،

---

[1] ابوسفیان اور ان کے ساتھی تب مسلمان نہ تھے۔

تو تم اس کی تکذیب کر دینا۔''

ابوسفیان بیان کرتے ہیں:

" فَوَاللّٰهِ! لَوْلَا الْحَيَاءُ مِنْ أَنْ يَأْثِرُوْا عَلَيَّ كَذِبًا لَكَذَبْتُ عَنْهُ." [1]

''اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات کی حیا نہ ہوتی، کہ مجھ سے جھوٹ نقل کیا جائے گا، تو میں ان [نبی کریم ﷺ] کے بارے میں جھوٹ بولتا۔''

اس روایت میں یہ بات واضح ہے، کہ نبی کریم ﷺ کے خلاف شدید بغض و عداوت رکھنے کے باوجود ابوسفیان آپ ﷺ کے متعلق کوئی جھوٹی بات نہ کہہ سکے۔ ایسا کرنے میں رکاوٹ صرف یہ تھی، کہ انہیں یہ گوارا نہ تھا، کہ لوگ ان کے بارے میں کہیں، کہ ابوسفیان نے معزز سردار ہونے کے باوجود جھوٹ بولا۔ یہ واقعہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی نگاہوں میں بھی جھوٹ کی خرابی اور قباحت کو سمجھنے کے لیے بہت کافی ہے۔

اللہ کریم حضرات محدثین پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، کہ انھوں نے شرح حدیث میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے اس بیان کی خوب وضاحت کی ہے۔ ان میں سے پانچ حضرات کے اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

ا: علامہ ابن بطال نے تحریر کیا ہے: ''یہ بات اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے، کہ جھوٹ ہر اُمت میں ناپسندیدہ اور ہر ملت میں معیوب ہے۔'' [2]

ب: علامہ قرطبی نے لکھا ہے: ''اس میں اس بات کی دلیل ہے، کہ جھوٹ جاہلیت اور اسلام [دونوں] میں قابلِ مذمت ہے، نیز وہ معزز لوگوں کے اخلاق میں

---

[1] متفق علیه: صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، جزء من رقم الحديث ٧، وباختصار، ١/ ٣١؛ وصحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب كتاب النبي صلى الله عليه وسلم إلى هرقل يدعوه إلى الاسلام، جزء من الرواية ٧٤(١٧٧٣)، ٣/ ١٣٩٦۔ الفاظ روایت صحیح البخاری کے ہیں۔

[2] شرح صحيح البخاري لابن بطال ١/ ٤٥.

سے نہیں ہے۔'' ❶

ج: امام نووی رقم طراز ہیں: ''اس میں اس بات کا بیان ہے، کہ جھوٹ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قبیح ہے۔'' ❷

د: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''یعنی اگر میری طرف لوگوں کے جھوٹ کی نسبت کا خدشہ نہ ہوتا، تو میں ان [نبی کریم ﷺ] کے بارے میں جھوٹ کہتا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے، کہ وہ [زمانہ جاہلیت کے لوگ بھی] جھوٹ کو بُرا گردانتے تھے، اور ان لوگوں کا یہ نقطہ نظر یا تو سابقہ شریعت کی بنا پر تھا یا اپنی معاشرتی روایات کی پاس داری کرتے ہوئے تھا۔'' ❸

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید لکھا ہے، کہ ابوسفیان نے تب جھوٹ اس خدشہ کے پیش نظر نہیں چھوڑا تھا، کہ ان کے رفقاء بھری مجلس میں انھیں جھٹلا دیں گے، کیونکہ آپ ﷺ کی دشمنی میں تو وہ سب متفق تھے۔ جھوٹ بولنے میں ان کی نگاہ میں رکاوٹ یہ تھی، کہ وطن واپس پلٹنے پر یہ بات لوگوں کے سامنے بیان ہوگی، تو وہ ان کی نظروں میں جھوٹے قرار پائیں گے۔ ابن اسحاق کی روایت میں اس بات کا صراحت سے بیان موجود ہے۔ الفاظ روایت یوں ہیں:

'' فَوَاللّٰهِ! لَوْ قَدْ كَذَبْتُ مَا رَدُّوْا عَلَيَّ ، وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ امْرَءًا سَيِّدًا أَتَكَرَّمُ عَنِ الْكِذْبِ. وَعَلِمْتُ أَنَّ أَيْسَرَ مَا فِيْ ذٰلِكَ، إِنْ أَنَا كَذَبْتُهُ ، أَنْ يَحْفَظُوْا ذٰلِكَ عَنِّيْ ، ثُمَّ يَتَحَدَّثُوْا بِيْ ، فَلَمْ أَكْذِبْهُ. '' ❹

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں جھوٹ بولتا، تو وہ میری تردید نہ کرتے، لیکن

---

❶ المفهم ٣/ ٦٠٤.
❷ شرح النووي ١٢/ ١٠٤.
❸ فتح الباري ١/ ٣٥.
❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ١/ ٣٥.

میں تو سردار تھا، اپنے آپ کو جھوٹ سے بلند سمجھتا تھا، اور مجھے یہ علم تھا، کہ جھوٹ بولنے کا کم از کم یہ نتیجہ تو ہوگا، کہ لوگ میرے بارے میں ایسا کرنا یاد رکھیں گے اور پھر وہ میرے متعلق اس کا تذکرہ کریں گے، اسی بنا پر میں نے جھوٹ نہ بولا۔''

ھ: علامہ عینی نے تحریر کیا ہے: اس کا معنی یہ ہے، کہ اگر مجھے اس بات کی حیا نہ ہوتی، کہ میرے ساتھی وطن پلٹنے پر میرے متعلق بتلائیں گے، کہ میں نے جھوٹ بولا، اور مجھے اس بنا پر نشانۂ طعن بننا پڑے گا، تو میں جھوٹ بول دیتا، کیونکہ جھوٹ تو قبیح ہی ہے، خواہ وہ دشمن کے خلاف کیوں نہ ہو۔

اور اس سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے، کہ جاہلیت میں بھی جھوٹ کو بُرا ہی تصور کیا جاتا تھا۔ [1]

انہوں نے یہ بھی تحریر کیا ہے: جھوٹ کی قباحت پر عقل [بھی] دلالت کناں ہے، کیونکہ یہ عقل کے منافی ہے، کسی بھی مذہب میں جھوٹ کے جواز کا ذکر نہیں۔ [2]

فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے: ''اس [واقعہ] میں ہے، کہ جھوٹ ہر اُمت میں ناپسندیدہ اور معیوب ہے۔'' [3]

اللہ کریم ہم سب کو جھوٹ سے محفوظ رکھیں۔ إِنَّهٗ سَمِیْعٌ مُّجِیْبٌ.

---

[1] ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱/۸۵.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۸۵.

[3] المرجع السابق ۱/۱۰۰.

(۲)

جھوٹ کا ایمان کے منافی ہونا

جھوٹ کی خرابی کو آشکارا کرنے والی ایک بات یہ ہے، کہ وہ ایمان کے منافی ہے۔ اس حقیقت پر دلالت کناں نصوص اور اقوال میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا: ارشاد رب العالمین ہے:

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ ❶

''جھوٹ تو وہ ہی باندھتے ہیں، جو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ایمان نہیں لاتے، اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔''

علامہ قاسمی اس آیت کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ''جھوٹ تو انہی کو زیبا ہے، جو ایمان نہیں لاتے، کیونکہ انہیں سزا کا ڈر نہیں ہوتا، جو انہیں جھوٹ سے روک سکے۔ ❷ لیکن جو لوگ آیات پر ایمان لاتے ہیں، اور ان میں بیان کردہ عذاب سے ڈرتے ہیں، ان سے جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔ ❸

شیخ ابوبکر الجزائری نے آیت کریمہ سے حاصل شدہ ہدایت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''سچائی کے ثواب اور جھوٹ کی سزا پر ایمان کے سبب اہل ایمان جھوٹ نہیں بولتے، لیکن کافر تو جھوٹ ہی بولتے ہیں، کیونکہ اس سے روکنے کے لیے، ان کے ہاں نہ تو ثواب کی اُمید ہوتی ہے اور نہ ہی سزا کا خوف۔'' ❹

جھوٹ کی خرابی کو آشکارا کرنے کے لیے یہ آیت کریمہ بہت کافی ہے۔ مفسرین کرام پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، کہ انہوں نے اس حقیقت کو خوب اچھی طرح

---

❶ سورة النحل/ الآية ١٠٥.
❷ ملاحظہ ہو: تفسير القاسمي ١٦١/١٠.
❸ ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ١٤٢/٥.
❹ أيسر التفاسير ٥٦٩/٢.

واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر حافظ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں: ''یہ آیت جھوٹ کے بارے میں سنگین ترین ڈانٹ ہے، کیونکہ اس میں جھوٹ کو ایمان نہ لانے والوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔'' [1]

علامہ رازی لکھتے ہیں: ''یہ آیت اس بات کی قوی دلیل ہے، کہ جھوٹ بڑے گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ، اور سنگین فحش ترین جرائم میں سے ایک سنگین جرم ہے۔ وجہ استدلال اس طرح ہے، کہ (آیت کریمہ میں) کلمہ [إِنَّمَا] استعمال کیا گیا ہے، جو کہ حصر کا فائدہ دیتا ہے اور معنی یہ ہے، جھوٹ اور بہتان کی جراَت، تو صرف وہی کرتا ہے، جس کا آیات الٰہیہ پر ایمان نہ ہو، اور جو کافر ہو۔ اور یہ انتہائی سنگین وعید ہے۔'' [2]

ب: امام بزار اور امام ابویعلی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' كُلُّ خُلَّةٍ يُطبَعُ'' أَوْ قَالَ: ''يُطوَى عَلَيْهِ الْمُؤمِنُ .....شَكَّ عَلِيُّ ابْنُ هَاشِمٍ...... إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكِذْبَ.'' [3]

''خیانت اور جھوٹ کے سوا مومن ہر خصلت پر پیدا کیا جاتا ہے۔'' [4]

علامہ طیبی خیانت اور جھوٹ کے ایمان کے منافی ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے

---

[1] زاد المسير ٤/٤٩٤.

[2] التفسیرالکبیر ٢٠/١١١؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير القاسمي ١٠/١٦١.

[3] مسند أبي يعلى الموصلي، مسند سعد بن أبي وقاص رضی اللہ عنہ، رقم الحديث ٢٣، ٢/٦٧-٦٨؛ حافظ منذری نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے: ''اس کے راویان صحیح کے روایت کرنے والے ہیں۔'' (الترغيب والترهيب ٣/١٥١)؛ حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: ''اس کو بزار اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اسکے راویان صحیح کے روایت کرنے والے ہیں۔'' (مجمع الزوائد ١/٩٢)؛ حافظ ابن حجر نے بزار کی سند کو [قوی] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٠/٥٠٨).

[4] مراد یہ ہے کہ مومن خائن اور جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

رقم طراز ہیں: ''خیانت اور جھوٹ ایمان کے منافی ہیں، کیونکہ ایمان تو [امن] سے ہے، کہ اس [ایمان] نے اس [مومن] کو تکذیب اور مخالفت سے بچا لیا، علاوہ ازیں وہ [مومن] تو امانت الٰہیہ کا حامل ہے، لہٰذا اس کو امین ہونا چاہیے، نہ کہ خائن۔''❶

ملا علی قاری شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں: ''مومن کی جبلت اور طبیعت میں سچائی اور امانت ودیعت کی گئی ہیں، جیسا کہ تصدیق و ایمان کا تقاضا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ''صیغہ حصر'' سے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾❷ ❸

ج: حضرات ائمہ وکیع، احمد، ھناد اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

'' يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِيَّاكُمْ وَالْكِذْبُ ، فَإِنَّ الْكِذْبَ مُجَانِبٌ لِلْإِيْمَانِ.''❹

''اے لوگو! جھوٹ سے بچ جاؤ، کیونکہ بلاشبہ جھوٹ ایمان کے منافی ہے۔''

---

❶ شرح الطیبی ۱۰/ ۳۱۳۲. ❷ سورة النحل / الآية ۱۰۵. ❸ مرقاة المفاتيح ۸/ ۶۰۰.

❹ كتاب الزهد، باب الكذب والصدق، رقم الرواية ۳۹۹، ۳/ ۷۰۰؛ والمسند، جزء من رقم الحديث ۱۶، ۱/ ۱۶۳؛ (ط: المعارف)؛ والزهد للإمام هناد، باب الصدق والكذب، رقم الرواية ۱۳۸۸، ۳/ ۲۴۰؛ والصمت وحفظ اللسان للإمام ابن أبي الدنيا، باب ذم الكذب، رقم الرواية ۴۷۵، ص۲۴۳-۲۴۴. روایت کے الفاظ مسند احمد کے ہیں۔ شیخ احمد شاکر، شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے سند کی اسناد کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند للشيخ أحمد ۱/ ۱۶۳؛ وهامش المسند للشيخ الأرناؤوط ورفقائه ۱/ ۱۹۸). حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے، کہ بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا: '' الْكِذْبُ يُجَانِبُ الْإِيْمَانَ'' (جھوٹ ایمان کے منافی ہے۔) نیز ملاحظہ ہو: هامش كتاب الزهد للدكتور الفريوائي ۳/ ۷۰۰؛ وهامش الزهد للشيخ محمد الخير آبادي، ص۳/ ۲۴۰؛ وهامش الصمت للدكتور محمد عاشور ص ۲۴۴.

د: حضرات ائمہ ابن ابی شیبہ، ھناد، ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

" عَلٰی کُلِّ یُطوَی الْمُؤمِنُ إلاّ الْخَیَانَةَ وَالْکِذْبَ ، فَلا تَجِدِ الْمُومِنَ خَائِنًا وَّلا کَاذِبًا." ❶

''خیانت اور جھوٹ کے سوا مومن کی تخلیق ہر خصلت پر کی جاتی ہے۔ تم کسی مومن کو خائن یا جھوٹا نہ دیکھو گے۔''

ھ: امام عبدالرزاق نے امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

''کُلُّ خُلُقٍ یُطوَی عَلَیْهِ الْمُومِنُ إلَّا الْخِیَانَةَ وَالْکِذْبَ." ❷

''مومن کی جبلت میں خیانت اور جھوٹ کے سوا ہر خصلت ہوتی ہے۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ جھوٹ ایمان کے منافی ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے جھوٹ سے محفوظ رکھیں۔ آمین یا حي یا قیوم.

(۳)

عباد الرحمٰن ❸ کی جھوٹ کی مجالس سے دُوری

جھوٹ کی قباحت پر دلالت کرنے والی ایک بات یہ ہے، کہ رحمٰن کے بندے

---

❶ مصنف ابن ابی شیبه ، کتاب الأدب، باب ما جاء فی الکذب، رقم الروایة ۵٦٦۰، ۸/ ٤۰۵ ؛ والزهد للإمام هناد، باب الصدق والکذب، رقم الروایة ۱۳۹٤، ۳/ ۲٤۳؛ والصمت وحفظ اللسان للإمام ابن أبي الدنیا ، باب فی ذم الکذب،رقم الروایة ٤۹۱، ص ۲٤۸. روایت کے الفاظ کتاب [الزهد] کے ہیں۔ حافظ ہیثمی نے تحریر کیا ہے: ''اس کو طبرانی نے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راویان ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد ۱/ ۹۳)؛ نیز ملاحظہ ہو: هامش الزهد للشیخ محمد الخیر آبادی ۳/ ۲٤۳).

❷ المصنف ، کتاب الجامع، باب الکذب والصدق ، وخطبة ابن مسعود رضي الله عنه، رقم الروایة ۲۰۲۰۱، ۱۱/ ۱٦۱.

❸ رحمٰن کے بندے۔ ان کے اوصاف کا ذکر سورۃ الفرقان کی آیت ٦۳ سے آیت ۷٤ میں کیا گیا ہے۔

جھوٹ بولنا، تو درکنار، ایسی مجالس کے قریب بھی نہیں جاتے، جہاں جھوٹ بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے بندوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ [1]

[اور وہ لوگ جھوٹ (کی مجلس) میں حاضر نہیں ہوتے]۔

مفسرین کرام نے اس آیت شریفہ کے حوالے سے اس بات کو خوب واضح کیا ہے۔ ذیل میں ان میں سے چار کے اقوال ملاحظہ فرمایئے:

۱: علامہ زمخشری نے اس کی تفسیر میں دو احتمال ذکر کیے ہیں۔ پہلا احتمال ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ جھوٹوں کی نشستوں اور خطا کاروں کی مجلسوں سے نفرت کرتے ہوئے، نہ تو ان میں شریک ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے قریب پھٹکتے ہیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل شر اور اہل شر سے اپنے دامن کو بچانے اور اپنے دین کو خلل پیدا کرنے والی چیز سے محفوظ کرنے کی خاطر ہے، کیونکہ باطل کا مشاہدہ کرنا، اس میں شریک ہونا ہے۔ [2]

۲: امام ابن العربی اس کی تفسیر میں چھ اقوال تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہ قول، کہ بے شک وہ (آیت سے مراد) جھوٹ ہے، ہی درست ہے، کیونکہ (دیگر اقوال میں مذکور) باقی سب باتوں کی جڑ جھوٹ ہی ہے۔'' [3]

۳: علامہ شوکانی اس کی تفسیر علمائے اُمت کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

[1] سورة الفرقان / جزء من الآية ٧٢.

[2] ملاحظہ ہو: الکشاف ۱۰۱/۳؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوی ١٤٨/٢ ؛ و تفسير أبي السعود ٢٣٠/٦؛ و تفسير القاسمي ٢٨٢/١٢.

[3] أحكام القرآن ١٤٣٢/٣.

''زیادہ درست بات یہ ہے، کہ اسے جھوٹ کی قسموں میں سے کسی کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے، بلکہ مراد یہ ہے، کہ جس پر جھوٹ کا لفظ چسپاں ہو، وہ کسی قسم کا بھی ہو، وہ اس کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے۔'' [1]

۴: شیخ محمد العدوی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا وصف بیان کیا ہے، کہ بے شک وہ ﴿ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ یعنی جھوٹ کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتے، جھوٹی گواہی دینا، تو دُور کی بات، وہ تو جھوٹ والی مجلس میں حاضر ہونے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔'' [2]

اے رب کریم! اپنے فضل و کرم سے ہمیں، ہمارے اہل و عیال اور جملہ اہل اسلام کو ایسے خوش نصیب لوگوں میں شامل فرما دیجیے۔ إِنَّكَ سَمِيْعٌ مُّجِيْب.

(۴)

جھوٹ اور شرک کا باہمی تعلق

جھوٹ کی قباحت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ بعض آیات اور احادیث میں، جھوٹ اور شرک دونوں سے ایک ہی مقام پر منع کیا گیا ہے یا دونوں کی برائی کو ایک ہی جگہ واضح کیا گیا ہے۔ ایسی تین نصوص ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

۱: اللہ عز وجل نے فرمایا:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [3]

---

[1] فتح القدير ٤/١٢٩.

[2] دعوة الرسل إلى الله تعالىٰ ص ٣٨.

[3] سورة الحج / الآية ٣٠.

''بتوں کی گندگی سے بچو، اور قول زور سے بچو۔''

''زور'' سے مراد...... جیسا کہ علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے...... باطل اور جھوٹ ہے اور اس کو [زور] اس لیے کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ حق سے ہٹا ہوتا ہے۔ ❶

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شنقیطی رقم طراز ہیں: ''اس آیت کریمہ میں [اللہ تعالیٰ نے] [قول زور] سے اجتناب کا حکم دیا ہے اور وہ جھوٹ اور باطل ہے۔'' ❷

اس آیت کریمہ میں یہ بات واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کی پرستش کی ممانعت کے ساتھ ہی جھوٹ سے منع فرمایا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے: ''یہاں [مِنْ] جنس کے بیان کے لیے ہے، یعنی نجاست سے اجتناب کرو، اور وہ [نجاست] بت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کو، جھوٹ کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، [کہ انہوں نے فرمایا]: ''جھوٹی گواہی [إِشْرَاكٌ بِاللّٰهِ] ❸ کے برابر ہوئی۔'' پھر انہوں نے اس آیت کو [بطورِ دلیل] پڑھا۔'' ❹

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟''

''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں؟''

قُلْنَا: ''بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!''

ہم نے عرض کیا: ''کیوں نہیں یا رسول اللہ!''

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبي ١٢/ ٥٥.

❷ أضواء البيان ٥/ ٦٨٩.

❸ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

❹ تفسیر ابن كثير ٣/ ٢٤٢.

قَالَ ثَلَاثًا: "اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ."
وَكَانَ مُتَّكِئًا ، فَجَلَسَ، فَقَالَ : " أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ."
فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا ، حَتّٰى قُلْتُ: " لَا يَسْكُتُ." [1]

آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی۔"

[اس وقت] آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: "خبردار! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، خبردار! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔"

آپ ﷺ اس کو دہراتے رہے، یہاں تک کہ میں نے [اپنے دل میں] کہا: "آپ ﷺ خاموش نہ ہوں گے۔"

امام مسلم کی روایت میں ہے:

" كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: " أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟ " ثَلَاثًا. [2]

"ہم نبی ﷺ کے پاس تھے، تو آپ نے فرمایا: "کیا میں تمھیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں۔" (تین مرتبہ) [3]

اس حدیث شریف میں جھوٹ سمیت مذکورہ گناہوں کی سنگینی کو اُجاگر کرنے والی متعدد باتیں ہیں، ان میں سے چار درج ذیل ہیں:

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الأدب ، باب عقوق الوالدين من الكبائر، رقم الحديث ٥٩٧٦، ١٠/ ٤٠٥؛ وصحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان الكبائر وأكبرها ، رقم الحديث ١٤٣ (٨٧)، ١/ ٩١. الفاظ حديث صحيح البخاري کے ہیں۔

[2] صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث ١٤٣ (٨٧)، ١/ ٩١.

[3] یعنی آپ ﷺ نے یہی بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

۱: آپ ﷺ کا اپنے فرمان [کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں] کو تین مرتبہ دہرانا۔ علامہ عینی نے تحریر کیا ہے: ''آپ ﷺ نے سامع کو اچھی طرح تنبیہ کرنے کی غرض سے اس کو تین مرتبہ دہرایا، تاکہ وہ بتلائی جانے والی بات کے لیے اپنے قلب وفہم کو حاضر کرلے۔ ❶

۲: آپ ﷺ [خبردار اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی] فرماتے وقت ٹیک چھوڑ کر سیدھے تشریف فرما ہو گئے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ''اس سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ آپ ﷺ نے اس کا اس قدر اہتمام کیا، کہ اس کو بیان کرتے وقت ٹیک چھوڑ کر بیٹھ گئے اور یہ [طرزِ عمل] اس [گناہ] کی شدید حرمت اور برائی کی سنگینی کو نمایاں کرتا ہے۔'' ❷

۳: آنحضرت ﷺ کا [جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی] کا ذکر فرماتے وقت، لفظ [خبردار] استعمال فرمانا۔ علامہ عینی کے بیان کے مطابق یہ لفظ کہی گئی بات کی طرف توجہ کرنے اور اس کو کماحقہ سمجھنے کی تنبیہ اور تاکید کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ❸

۴: آنحضرت ﷺ کا [خبردار اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی (کے الفاظ)] کو اتنی مرتبہ دہرانا، کہ راوی اپنے دل میں کہنے لگا [آپ ﷺ خاموش نہ ہوں گے]۔ اس قدر تکرار کے پس منظر میں آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا، کہ جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی کی سنگینی سامعین کے دلوں میں جاگزیں ہو جائے۔ ❹

---

❶ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۸۸/۲۲؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۲۶۲/۵.

❷ المرجع السابق ۲۶۲/۵؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۸۱/۲.

❸ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۸۸/۲۲.

❹ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۴۱۲/۱۰.

ج: امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کبائر کے بارے میں ارشاد نقل کیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ ، وَقَوْلُ الزُّوْرِ." [1]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی، قتل نفس اور جھوٹی بات۔''

اس حدیث شریف میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی بات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے، والدین کی نافرمانی کرنے اور قتل نفس کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث شریف کو درج ذیل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے:

[بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّغْلِيْظِ فِي الْكِذْبِ وَالزُّوْرِ وَنَحْوِهِ] [2]

''جھوٹ اور باطل وغیرہ کے بارے میں وارد شدہ شدت کا بیان۔''

(۵)

جھوٹ کا منافقوں کی خصلتوں میں سے ہونا

جھوٹ کی شدید خرابی اور قباحت پر دلالت کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ یہ منافقوں کی خصلتوں میں سے ایک خصلت اور ان کی علامتوں میں سے ایک

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان الكبائر وأكبرها ، رقم الحديث ١٤٤(٨٨)، ٩١/١؛ وجامع الترمذي ، أبواب البيوع، رقم الحديث ١٢٢٣، ٣٣٣/٤. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] جامع الترمذي ٣٣٣/٤.

علامت ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ : إِذَاحَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ. " ❶

''منافق کی نشانیاں تین ہیں: جب بات کرے، تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے، اور جب [اس کے ہاں] امانت رکھی جائے، تو خیانت کرے۔''

امام مسلم کی روایت میں ہے:

" وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى ، وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ. " ❷

''اگرچہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور دعویٰ کرے، کہ وہ مسلمان ہے۔''

ملا علی قاری نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ'' وہ [یعنی جھوٹ بولنا] تینوں میں سے بدترین [خصلت] ہے۔ ❸

علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ شرح حدیث میں مزید لکھتے ہیں: (اگرچہ وہ روزہ رکھے نماز پڑھے): دونوں [روزے اور نماز] کا ذکر بات کی پختگی اور استیعاب کے لیے ہے۔ مقصود یہ ہے، کہ اگرچہ وہ روزہ، نماز وغیرہ کی مسلمانوں والی عبادات ادا کرے اور کامل مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ ❹

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، رقم الحديث ٣٣، ٨٩/١؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان خصائل الإيمان، رقم الحديث ١٠٧ (٥٩)، ٧٨/١.

❷ المرجع السابق، رقم الحديث ١٠٩ (٥٩)، ٧٨/١.

❸ مرقاة المفاتيح ٢٢٥/١-٢٢٦ باختصار.

❹ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٢٢٦/١.

علامہ غزالی نے ان تین علامات کے ذکر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''صرف انہی تین علامتوں کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے، کہ یہ دیگر [بُری خصلتوں] کی نشان دہی کرتی ہیں، کیونکہ دین کی اساس تین چیزوں پر ہے: قول، عمل اور نیت۔ آنحضرت ﷺ نے جھوٹ کے ذریعے قول کی خرابی، خیانت کے ذریعے عمل کی خرابی اور وعدہ کی خلاف ورزی کے ذریعے نیت کی خرابی کی نشان دہی فرمائی ہے۔'' ❶

اسی بات کی ایک اور حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ طیبی رقم طراز ہیں: ''آنحضرت ﷺ نے صرف ان تینوں خصلتوں کا خصوصی طور پر ذکر اس لیے فرمایا ہے، کہ جس اختلاف پر نفاق کی بنیاد ہے، یہ تینوں اس کو سموئے ہوئے ہیں: [اور وہ ہے] ظاہر و باطن کا اختلاف، تو جھوٹ حقیقت کے خلاف خبر دینا ہے، امانت کا حق یہ ہے، کہ حق والوں کو ادا کی جائے، لیکن خیانت اس کے اُلٹ ہے اور وعدہ خلافی کا معاملہ تو واضح ہے، اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: (أَخْلَفَ) [یعنی خلاف ورزی کی]۔'' ❷

امام نووی نے حدیث شریف کے معنی بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''اس کا صحیح معنی یہ ہے، کہ یہ خصلتیں منافقوں کی خصلتیں ہیں، اور ان کا حامل ان خصلتوں کے اعتبار سے منافقین کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور ان کے اخلاق کے ساتھ متصف ہے، کیونکہ نفاق باطن کے برعکس ''ظاہر کرنا'' ہے اور ان خصلتوں کے حامل شخص میں یہ معنی موجود ہے۔'' ❸

علاوہ ازیں بعض علمائے اُمت نے بیان کیا ہے، کہ نفاق کی اساس اور بنیاد جھوٹ ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں: ''کہا جاتا تھا: ظاہر و باطن، قول و عمل اور داخلی اور خارجی صورتِ حال کا باہمی اختلاف نفاق سے ہے، اور وہ اساس جس پر نفاق کی

---

❶ إحياء علوم الدين ٣/ ١٣٤. ❷ شرح الطيبي ٢/ ٥٠٨.
❸ شرح النووي ٢/ ٤٧.

عمارت قائم ہے، وہ جھوٹ ہے۔'' ❶

(٦)

دروغ گوئی کا شیطان کا وصف ہونا

جھوٹ کی قباحت کو اُجاگر کرنے والی ایک بات یہ ہے، کہ جھوٹ بولنا شیطان کا شیوہ ہے۔ اس بات کے دلائل میں سے ایک وہ حدیث ہے، جسے امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقۃ الفطر (کے غلہ) کی حفاظت پر مقرر فرمایا۔ ایک شخص آیا اور غلہ سے چلّو بھر بھر کر اُٹھانا شروع کیا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا: ''میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کروں گا۔''

......پھر انہوں نے آخر تک حدیث بیان کی۔

اس (چور) نے کہا:

" إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ، لَنْ يَزَالَ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ ، وَلَا يَقْرُبُكَ الشَّيْطَانُ حَتّٰى تُصْبِحَ. "

''جب تو اپنے بستر پر آئے، تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ (اس کی برکت سے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان رہے گا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب نہیں آئے گا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''صَدَقَكَ ، وَهُوَ كَذُوْبٌ ، ذَاكَ شَيْطَانٌ. '' ❷

''اس نے تجھ سے سچ کہا، حالانکہ وہ جھوٹا ہے، وہ شیطان تھا۔''

---

❶ إحياء علوم الدين ٣/١٣٤. ❷ صحيح البخاري ، كتاب بدء الخلق ، باب صفة إبليس و جنوده ، رقم الحديث ٣٢٧٥، ٦/٣٣٥-٣٣٦.

حافظ ابن حجر حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إِنَّ الشَّيْطَانَ مِنْ شَأْنِهِ أَنْ يَكْذِب." ❶

"بے شک شیطان کا شیوہ جھوٹ بولنا ہے۔"

جس شخص کے سینے میں ایمان اور کھوپڑی میں عقل ہو، وہ ایسا کام کرنے کی جرأت کیسے کرے گا، جس کی وجہ سے اس کی مشابہت شیطان مردود سے ہو؟

(۷)

جھوٹ کا باعث قلق واضطراب ہونا

جھوٹ کی خرابی اور قباحت کو اُجاگر کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ جھوٹ بولنے والا قلق اور اضطراب میں مبتلا رہتا ہے۔ حضرات ائمہ ابوداؤد الطیالسی، احمد، ترمذی، ابویعلی اور القضاعی نے ابوالحوراء رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

"مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟"

"آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسی باتیں حاصل کیں؟"

انہوں نے فرمایا:

"حَفِظْتُ مِنْهُ:" الصِّدْقُ طُمَانِيْنَةٌ ، وَالْكِذْبُ رِيْبَةٌ." ❷

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٦/ ٤٨٩.

❷ مسند أبي داود الطيالسي، أحاديث الحسن بن علي رضي الله عنهما ، جزء من رقم الحديث ١٢٧٤، ٢/ ٤٩٩؛ والمسند، جزء من رقم الحديث ١٧٢٢، ٣/ ٢٤٩؛ وجامع الترمذي، أبواب صفة القيامة ، باب ، جزء من رقم الحديث ٢٦٣٧، ٧/ ١٨٦-١٨٧؛ ومسند أبي يعلى ، مسند الحسن بن علي رضي الله عنهما ، جزء من رقم الحديث ٦(٢٧٦٢)، ١٢/ ١٣٢؛ ومسند الشهاب، الصدق طمانينة والكذب ريبة ، رقم الحديث ٢٧٥، ١/ ١٨٦. الفاظِ حدیث مسند الشہاب کے ہیں۔ امام ترمذی، شیخ البانی، ڈاکٹر محمد الترکی اور شیخ حمدی عبدالمجید السّلفی نے اس کو [صحیح] ⇐

''میں نے آنحضرت ﷺ سے [یہ بات] حاصل کی: ''سچ [دل کے لیے باعث] اطمینان ہے اور جھوٹ [دل کے لیے سببِ] قلق ہے۔''

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے جھوٹ کو [رِيْبَةٌ] قرار دیا ہے اور اس سے مراد...... جیسا کہ ملا علی قاری نے بیان کیا ہے...... یہ ہے، کہ وہ نفس کے لیے قلق اور بے چینی کا سبب ہے۔ [1]

روزمرہ زندگی میں جھوٹے شخص کا اضطراب اور بے چینی حدیث شریف میں بیان کردہ حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ بدنصیب اپنے ایک جھوٹ کی پردہ پوشی یا اصلاح کی خاطر کتنے جھوٹ بولتا ہے۔ لیکن کیا تھوڑی مقدار میں گندگی سے پیدا ہونے والی بدبو کو زیادہ مقدار میں نجاست دور کر سکتی ہے؟ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا؟ [2]

(۸)

جھوٹ کا راہِ ہدایت کی رکاوٹ ہونا

کتاب و سنت میں راہِ ہدایت کی رکاوٹوں کو بیان کیا گیا ہے۔ انہی میں سے ایک رکاوٹ جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ [3]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتے، جو جھوٹا کافر ہو۔''

⇦ قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ١٨٧/٧؛ وصحيح سنن الترمذي ٣٠٩/٢؛ وهامش أبي داود الطيالسي ٤٩٩/٢؛ وهامش مسند الشهاب ١٨٦/١)؛ شیخ أرناؤوط، ان کے رفقاء اور استاذ حسین سلیم اسد نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٤٩/٣؛ وهامش مسند أبي يعلى ١٣٢/١٢).

[1] ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ٢٤/٦.

[2] ''ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، کہ وہ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں آتے۔''

[3] سورة الزمر/ الآية ٣.

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے، کہ جھوٹا کافر توفیقِ ہدایت سے محروم رہتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین نے اس حقیقت کو خوب اُجاگر کیا ہے۔ ذیل میں ان میں سے تین کے اقتباسات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے: جھوٹے [اور] کافر کو اللہ تعالیٰ حق کی طرف ہدایت پانے کی توفیق نہیں دیتے، کیونکہ ان دونوں میں بصیرت مفقود ہوتی ہے۔ [1]

۲۔ علامہ الوسی رقم طراز ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ توفیقِ ہدایت جو کہ مکروہ سے نجات پانے اور مقصود حاصل کرنے کی راہ ہے، جھوٹے کافر کو عطا نہیں فرماتے، کیونکہ وہ ہدایت پانے کے قابل ہی نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ تو ہر ایک شخص کو اس کی صلاحیت اور قابلیت کے بقدر ہی عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [2]

[اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ تو خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔] [3]

۳۔ شیخ سعدی لکھتے ہیں: جس کا وصف جھوٹ یا کفر ہو، اللہ تعالیٰ اس کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت نہیں دیتے۔ مواعظ اور نشانیاں آنے کے باوجود اس کے [دونوں بُرے] اوصاف دور نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نشانیاں دکھائیں، اور وہ ان کا انکار کرے اور ان کے ساتھ کفر کرے، تو ایسے شخص کو ہدایت کیوں کر نصیب ہوسکتی ہے؟ اس نے تو خود اپنے لیے ہدایت کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ اس کے بدلے میں اس کو یہ سزا دی گئی، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر ثبت فرما دی، سو وہ ایمان نہیں لاتا۔ [4]

اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ اور کفر سے محفوظ رکھیں اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دیں۔ إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُّجِيْبٌ.

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسير البيضاوي ۲/ ۳۱۹.
[2] سورة النحل / جزء من الآية ۱۱۸.
[3] ملاحظہ ہو: روح المعاني ۲۳/ ۲۳۶.
[4] ملاحظہ ہو: تفسير السعدي ص ۷۸۵.

(۹)

جھوٹ اوراس کے مطابق عمل قبولیتِ روزہ میں رکاوٹ

جھوٹ کی سنگینی کو آشکار کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ جھوٹ اوراس کے مطابق عمل کرنا روزے کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ." ❶

"جس نے جھوٹ اوراس کے مطابق عمل کو ترک نہ کیا، تو اللہ تعالیٰ کو اس کے طعام وشراب [کھانا پینا] چھوڑنے کی چنداں حاجت نہیں۔"

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اُمت کو تنبیہ فرمائی، کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ اوراس کے مطابق عمل کرنے والے شخص کا روزہ قبول نہیں فرماتے۔ علامہ ابن منیرؒ شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں: [فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَه]. اس میں روزے کی عدم قبولیت کی طرف اشارہ ہے اور مقصود یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ والے روزے کو مسترد فرما دیتے ہیں اوراس کو قبول نہیں فرماتے۔" ❷

قاضی عیاض نے اس بات کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: روزے کا مقصود شہوت کو توڑنا اور نفس امارہ کو نفس مطمئنہ کا تابع بنانا ہے، اور جب اس سے یہ مقصد پورا نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کی پروا کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف نظر عنایت فرماتے ہیں۔ [اللہ تعالیٰ کو

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، رقم الحديث ١٩٠٣، ١١٦/٤.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ١١٧/٤؛ نیز دیکھیے: عمدة القاري ٢٧٦/١٠؛ وشرح الطيبي ١٥٩٠/٥.

اس کی کچھ حاجت نہیں] سے مراد اس کی طرف نظرِ عنایت نہ فرمانا اور قبول نہ کرنا ہے۔

وہ اس کی جانب نظرِ شفقت کیوں کر فرمائیں، جب کہ صورتِ حال یہ ہے، کہ اس نے وہ چیزیں تو ترک کر دی، جو رمضان کے سوا دیگر دنوں میں مباح تھیں، لیکن اس بات کا ارتکاب کیا، جو کہ سب دنوں میں حرام ہے۔ [1]

علامہ طیبی نے دلالتِ حدیث کو بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''یہ حدیث اس بات پر دلالت کناں ہے، کہ جھوٹ تمام فواحش کی اساس اور تمام منہیات کا منبع ہے، بلکہ وہ تو قرینِ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴾ [2]

[بتوں کی نجاست سے اجتناب کرو اور جھوٹ سے اجتناب کرو۔]

اور یہ معلوم ہے کہ شرک اخلاص کی ضد ہے اور روزے کا اخلاص سے خصوصی تعلق ہے، اس لیے وہ اپنی ضد کی موجودگی میں اُٹھ جاتا ہے۔ [3] واللہ تعالیٰ اعلم'' [4]

(۱۰)

جھوٹ کا تاجروں کو فاجر بنانے والی چیزوں میں سے ہونا

جھوٹ کی قباحت اس حقیقت سے بھی واضح ہوتی ہے، کہ وہ تاجر حضرات کو فاجر لوگوں میں شامل کرنے کے اسباب وعوامل میں سے ایک ہے۔ امام احمد اور امام حاکم نے حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' إِنَّ التُّجَّارَ هُمُ الْفُجَّارُ. ''

---

[1] ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ٤ / ٤٩٢؛ نیز دیکھیے: شرح الطيبي ٥ / ١٥٩٠.

[2] سورة الحج / الآية ٣٠.

[3] یعنی ناقابل قبول قرار پاتا ہے۔

[4] شرح الطيبي ٥ / ١٥٩٠-١٥٩١.

''بلاشبہ تاجر ہی تو فاجر ہیں۔''

''قَالَ رَجُلٌ: ''يَا نَبِيَّ اللّٰهِ! أَلَمْ يُحِلِّ اللّٰهُ الْبَيْعَ؟''

ایک شخص نے عرض کیا: ''اے اللہ تعالیٰ کے نبی! ـ ﷺ ـ کیا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال نہیں فرمایا؟''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

'' فَإِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ فَيَكْذِبُوْنَ ، وَيَحْلِفُوْنَ وَيَأْثِمُوْنَ.'' [1]

''درحقیقت وہ بات کرتے ہیں، تو جھوٹ بولتے ہیں، قسمیں کھاتے ہیں اور گناہ گار ہوتے ہیں۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اس حقیقت کو واضح فرمایا ہے، کہ گفتگو میں جھوٹ اور قسموں میں گناہ، تاجر حضرات کو فاجر لوگوں میں شامل کر دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں نبی کریم ﷺ نے اُمت کو اس بات سے بھی آگاہ فرمایا ہے، کہ سچ تاجر حضرات کو فاجر لوگوں کے گروہ سے نکال دیتا ہے۔ حضرات ائمہ عبدالرزاق، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بقیع کی جانب روانہ ہوئے، [راستے میں] لوگ خرید و فروخت کر رہے تھے، تو آنحضرت ﷺ نے آواز دی:

'' يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ!''

''اے گروہ تجار!''

---

[1] المسند، رقم الحديث ١٥٦٦٩، ٢٤/٤٤٠؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب البيوع، ٢/٧. امام حاکم نے اس کو [صحیح الاسناد] قرار دیا ہے، اور حافظ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٢/٧؛ والتلخيص ٢/٧). حافظ ہیثمی نے تحریر کیا ہے: اس کو طبرانی اور احمد نے روایت کیا ہے، اور اس کے راویان صحیح کے روایت کرنے والے ہیں۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد: ٨/٣٦)؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٤/٤٤٠). الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔

وہ آپ ﷺ کی جانب متوجہ ہوئے اور اپنی نگاہوں کو آپ کی جانب اُٹھایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقَى وَبَرَّ وَصَدَقَ." [1]

''بلا شبہ تاجر روزِ قیامت فاجر [کی حیثیت سے] اٹھائے جائیں گے، مگر [ان میں سے] تقویٰ کی راہ اختیار کرنے والے، نیکی کرنے والے اور سچ بولنے والے۔''

شرح حدیث میں علامہ طیبی نے لکھا ہے: ''جس نے اپنی تجارت میں محنت اور کوشش سے سچ اور امانت کو اختیار کیا، وہ انبیاء اور صدیقوں کے نیکوکار گروہ میں ہوگا اور جس نے ان کے برعکس روش پسند کی، وہ فاسقوں اور نافرمانوں کی صحبت میں ہوگا۔'' [2]

اے اللہ کریم! ہمیں جھوٹ سے بچانا اور اپنی رحمت بے پایاں سے نیک لوگوں میں شامل فرمانا، فاجروں میں داخل نہ فرمانا۔ آمین یا ذالجلال والإکرام.

---

[1] المصنف، كتاب الجامع، باب التجارة، و من أكل ولبس بأخيه، رقم الحديث ٢٠٩٩٩، ١١/٤٥٨؛ وجامع الترمذي، أبواب البيوع، باب ما جاء في التجار وتسمية النبي ﷺ إياهم، رقم الحديث ١٢٢٨/ ٤/٣٣٥-٣٣٦؛ وسنن ابن ماجه، أبواب التجارات، التوقي في التجارة، رقم الحديث ٢١٦٢، ٢/٦؛ وسنن الدارمي، كتاب البيوع، باب في التجار، رقم الحديث ٢٥٤١، ٢/١٦٣؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البيوع، ذكر إثبات الفجور للتجار الذين لا يتقون في بيعهم وشرائعهم، رقم الحديث ٤٩١٠، ١١/٢٧٧؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب البيوع ٢/٦. امام ترمذی نے اسے تحریر کیا ہے: ''یہ حدیث حسن صحیح ہے۔'' (جامع الترمذي ٤/٣٣٦)؛ امام حاکم نے اسے [صحیح الإسناد] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك على الصحيحين ٢/٦؛ والتلخيص ٢/٦)؛ شیخ البانی نے اسے [صحیح لغیرہ] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب ٢/٣٤٢).

[2] شرح الطيبي ٧/٢١١٩.

(۱۱)

جھوٹ کا گناہوں اور جہنم کی طرف لے جانا

جھوٹ اپنے بولنے والے کو راہِ حق سے ہٹا کر گناہوں کی طرف مائل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ اس بارے میں چار دلائل ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُوْنَ صِدِّيْقًا. وَإِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ. وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا." [1]

''بلا شبہ سچ نیکی کی طرف راہ نمائی کرتا ہے، اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے، اور یقیناً آدمی سچ بولتا [رہتا] ہے، یہاں تک کہ وہ صدیق بن جاتا ہے۔ [2] جھوٹ بلاشبہ بُرائی کی راہ دکھاتا ہے اور بُرائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور یقیناً آدمی جھوٹ بولتا [رہتا] ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جھوٹا لکھا جاتا ہے۔''

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول الله تعالىٰ ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ.﴾، وما ينهى عن الكذب ، رقم الحديث ۶۰۹۴، ۱۰/۵۰۷؛ وصحيح مسلم ، كتاب البر والصلة والآداب ، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله، رقم الحديث ۱۰۳(۲۶۰۷)؛ ۴/۲۰۱۲۔۲۰۱۳.

[2] یعنی [بہت زیادہ سچ بولنے والا] کے عظیم لقب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

" عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ ، فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا. وَإِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ ، فَإِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِيْ إِلَى الْفُجُوْرِ ، وَإِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ. وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبُ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا." [1]

''ہمیشہ سچ بولنے کا اہتمام کرو، کیونکہ سچ نیکی کی جانب راہ نمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور سچ گوئی کی خاطر کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے۔ جھوٹ سے دور رہو، کیونکہ جھوٹ برائی کی راہ دکھاتا ہے اور برائی جہنم کی آگ کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جھوٹا تحریر کیا جاتا ہے۔''

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے سچ گوئی اور اس پر مداومت کا حکم دیا ہے اور اُمت کو اس حقیقت سے آگاہ فرمایا ہے، کہ اس سے اعمالِ صالحہ کی توفیق میسر آتی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جنت میں پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔ مزید برآں آنحضرت ﷺ نے جھوٹ سے منع فرمایا اور یہ بیان فرمایا، کہ وہ گناہوں کی طرف کھینچتا ہے، جو کہ جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔ اللہ کریم محدثین کو جزائے خیر عطا

[1] صحيح مسلم ، كتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الكذب وحسن الصدق وفضله ، رقم الحديث ١٠٥ (٢٦٠٧)، ٢٠١٣/٤.

فرمائیں، کہ انہوں نے شرح حدیث میں اس بات کو خوب واضح فرمایا۔ ان میں سے تین کے اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: علامہ ابن بطال نے تحریر کیا ہے: حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ کا کتاب اللہ میں مصداق [یہ آیت کریمہ ہے]: ﴿ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ. ﴾ [1]

[بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بلاشک وشبہ بدکار جہنم میں ہوں گے۔]

سچ گوئی مومن کی سب سے بلند و بالا خصلت ہے۔ کیا تم نے ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴾ [2]

[اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔]

کو نہیں دیکھا، کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں سچ کو تقویٰ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ [3]

۲: علامہ ابن العربی نے لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، کہ سچ وہ اساس ہے، جو ہر نیکی کی طرف کھینچتا ہے، کیونکہ جب کوئی شخص سچ بولنے کی کوشش کرنے والا ہو گا، تو کبھی بھی نافرمانی نہ کرے گا۔ جب بھی وہ شراب پینا چاہے گا یا بدکاری کا ارادہ کرے گا یا کسی کو ایذا دینے کا سوچے گا، تو اس کو خدشہ ہو گا، کہ اس سے کہا جائے گا: ''کیا تم نے بدکاری کی ہے؟'' یا ''کیا تم نے شراب پی؟'' اگر جواب میں چپ رہے گا، تو مشکوک ٹھہرے گا، اگر جواب میں [نہیں] کہے گا، تو جھوٹا بنے گا اور اگر [ہاں] کہے گا، تو اس کی عزت غارت ہو

---

[1] سورة الانفطار/ الآيتان ١٣ـ١٤.

[2] سورة التوبة/الآية ١١٩.

[3] ملاحظہ ہو: شرح صحيح البخاري لابن بطال ٩/ ٢١٠.

جائے گی، اور وقار جاتا رہے گا۔'' ❶

۳: علامہ قرطبی رقم طراز ہیں: ''[يَهْدِيْ] سے مراد راہ نمائی کرنا اور پہنچانا ہے۔ [اَلْبِرّ] کا معنی عمل صالح یا جنت ہے، اور [اَلْفُجُوْر] سے مقصود بُرے اعمال ہیں، [عَلَيْكُمْ] جوش دلانے کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ میں سے ہے اور یہ صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کناں ہے، کہ اس کا کرنا لازمی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان کو سمجھنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے، کہ وہ گفتار میں سچائی، اعمال میں اخلاص اور احوال میں ستھرائی کو اختیار کرے۔ اور جو بھی ایسے ہوگا، وہ [الأبرار] میں شامل ہو جائے گا اور غفار کی خوش نودی حاصل کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والے تین [صحابہ کرام] کے احوال کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس سب کچھ کی طرف راہ نمائی فرما دی ہے۔ انہوں نے فرمایا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ❷

[اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔]

ممنوعہ جھوٹ کے بارے میں گفتگو سچ گوئی کے متعلق بیان کردہ بات کے برعکس ہے۔'' ❸

ب: حضرات ائمہ احمد، بخاری، ابن ماجہ، ابن حبان اور ابو یعلی الموصلی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ ، فَإِنَّهُ مَعَ الْبِرِّ، وَهُمَا فِي الْجَنَّةِ.

❶ منقول از: فيض القدير ٤/ ٣٤٣.
❷ سورة التوبة/الآية ١١٩.
❸ المفهم ٦/ ٥٩١.

وَإِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ ، فَإِنَّهُ مَعَ الْفُجُوْرِ ، وَهُمَا فِي النَّارِ." ❶

''سچ کو لازم کرو، کیوں کہ وہ نیکی کے ساتھ ہے اور وہ دونوں جنت میں ہیں، جھوٹ سے دُور رہو، کیوں کہ وہ برائی کے ہمراہ ہے اور وہ دونوں [جہنم کی] آگ میں ہیں۔''

ج: امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بے شک ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَمَلُ الْجَنَّةِ؟"

''اے اللہ کے رسول! جنت کا عمل کیا ہے؟''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الصِّدْقُ،وَإِذَا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ،وَإِذَا بَرَّ آمَنَ، وَإِذَا آمَنَ دَخَلَ الْجَنَّةَ."

''سچ گوئی اور جب سچ بولا تو نیکی کی، ❷ اور جب نیکی کی، تو ایمان لایا اور جب ایمان لایا، تو جنت میں داخل ہو گیا۔''

اس [آنے والے شخص] نے عرض کیا:

---

❶ المسند، رقم الحديث ١٧، ١٦٣/١ (ط: دار المعارف)؛ والأدب المفرد، باب من سأل الله العافية ، رقم الحديث ٧٢٥، ص٢٤٤؛ وسنن ابن ماجه ، أبواب الدعاء ، باب الدعاء بالعفو والعافية، رقم الحديث ٣٨٩٤، ٣٤٥/٢؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحظر والإباحة، باب الكذب، ذكر الزجر عن تعوّد المرء الكذب في كلامه إذ الكذب من الفجور ، رقم الحديث٥٧٣٤، ٤٣/١٣؛ ومسند أبي يعلى الموصلي، مسند أبي بكر الصديق رضي الله عنه، رقم الحديث ١٢١، ١١٢/١. الفاظِ حدیث صحیح ابن حبان کے ہیں۔ شیخ احمد شاکر، شیخ ارناؤوط، شیخ حسین سلیم اسد نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند للشيخ أحمد شاكر١/١٦٣؛ وهامش الإحسان ٤٣/١٣؛ وهامش مسند أبي يعلى الموصلي ١١٢/١)؛ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الأدب المفرد ص١٩٥؛ وصحيح سنن ابن ماجه ٣٢٨/٢؛ وصحيح الترغيب والترهيب ١٢٤/٣).

❷ یعنی سچ گوئی سے نیکی کی توفیق میسر آنے پر دیگر نیک اعمال کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا عَمَلُ النَّارِ؟"

"اے اللہ کے رسول! جہنم کا عمل کیا ہے؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

" اَلْكَذِبُ ، إِذَا كَذَبَ [الْعَبْدُ] فَجَرَ، وَإِذَا فَجَرَ كَفَرَ، وَإِذَا كَفَرَ دَخَلَ" يَعْنِي النَّارَ." ❶

"جھوٹ، جب [بندہ] جھوٹ بولتا ہے، تو بُرا عمل کرتا ہے اور جب بُرا عمل کرتا ہے، تو کفر کرتا ہے اور جب کفر کرتا ہے، تو [جہنم کی] آگ میں داخل ہو جاتا ہے۔"

د: امام ابن ابی الدنیا نے مرہ ہمدانی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ ، فَإِنَّهُ يَهْدِيْ إِلَى النَّارِ ،وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا وَيَثْبُتُ الْفُجُوْرُ فِيْ قَلْبِهِ ، فَلَا يَكُوْنَ لِلْبِرِّ مَوْضِعُ إِبْرَةٍ يَسْتَقِرُّ فِيْهِ." ❷

"جھوٹ سے بچو، کیوں کہ وہ [جہنم کی] آگ کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک، کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا

---

❶ المسند، رقم الحديث ٦٦٤١، ١٠/١٢٦-١٢٧ (ط: دار المعارف)؛ شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ١٠/ ١٢٦).

❷ الصمت وحفظ اللسان ،باب ذم الكذب، رقم الأثر ٤٦٨، ص ٢٤١. نیز ملاحظہ ہو: كتاب الزهد للإمام وكيع ، باب الكذب والصدق، رقم الأثر ٣٩٨، ٣/ ٦٩٩. اور اس میں ہے: "اور یقیناً جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بولنے کے لیے کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے دل میں نیکی کے لیے سوئی کے برابر جگہ [بھی] نہیں رہتی۔" ڈاکٹر فریوائی نے [کتاب الزھد] کی روایت کے بارے میں تحریر کیا ہے، کہ اس کے راویان ثقہ ہیں اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش كتاب الزهد ٣/ ٦٩٩).

جھوٹا لکھا جاتا ہے اور برائی اس کے دل میں گھر کر جاتی ہے اور اس میں سوئی کے برابر بھی نیکی کے لیے جگہ باقی نہیں رہتی۔''

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ جھوٹ بندے کو بُرے اعمال کی طرف لے جاتا ہے، جو کہ اس کو جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔ اللہ کریم ہماری زبانوں کو جھوٹ سے پاک فرما دیں اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما دیں۔ إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُّجِيْب.

(۱۲)
کذّاب کے لیے شدید اور طویل عذاب

جھوٹ کی سنگینی کے دلائل میں سے ایک یہ ہے، کہ کذاب کے لیے شدید اور طویل عذاب ہے۔ امام بخاری نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" رَأَيْتُ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي. قَالَا: " الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يَكْذِبُ بِالْكَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ ، حَتَّى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. "[1]

''میرے پاس [خواب میں] دو آدمی آئے، انہوں نے کہا: ''جسے آپ نے دیکھا، کہ اس کا جبڑا چیرا جا رہا ہے، وہ بڑا ہی جھوٹا تھا، ایک جھوٹ بولتا، جو کہ اس سے نقل کیا جاتا، یہاں تک کہ ساری دنیا میں پھیل جاتا، اس کو روزِ قیامت تک یہی سزا ملتی رہے گی۔''

حدیث شریف کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " لٰكِنِّي رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي ، فَأَخَذَا

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قول الله تعالىٰ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ وما ينهى عن الكذب، رقم الحديث ٦٠٩٦، ١٠/٥٠٧.

بِيَدِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسةِ ، فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ ، وَرَجُلٌ قَائِمٌ بِيَدِهِ..... قَالَ بَعْضَ أَصْحَابِنَا عَنْ مُوسٰى: كَلُّوبٌ مِنْ حَدِيْدٍ يُدْخِلُهُ فِيْ شِدْقِهِ ..... حَتَّى يَبْلُغَ قَفَاهُ ، ثُمَّ يَفْعَلُ بِشِدْقِهِ الْآخَرِ مِثْلَ ذٰلِكَ، وَيَلْتَئِمُ شِدْقُهُ هٰذا ، فَيَعُوْدُ ، فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ." ❶

نبی ﷺ نے فرمایا: ''لیکن آج رات میں نے [خواب میں] دیکھا، کہ دو آدمی میرے پاس آئے، انہوں نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے ارض مقدس کی طرف لے گئے (اور وہاں سے مجھے عالم بالا کی سیر کرائی)، وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، اور ایک شخص کھڑا تھا، اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکس تھا...... ہمارے بعض اصحاب نے موسیٰ سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا: کہ لوہے کے آنکس کو ہاتھ میں لیے ہوئے اس [بیٹھے ہوئے شخص] کے جبڑے میں داخل کرتا تھا...... یہاں تک کہ وہ اس کی گدی تک پہنچ جاتا، پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ اسی طرح کرتا۔[اس دوران میں] اس کا پہلا جبڑا صحیح اور اپنی اصلی حالت میں آجاتا، تو پھر پہلے کی طرح وہ اس کو دوبارہ چیر دیتا۔''

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے کذاب کے شدید عذاب کے بارے میں اُمت کو آگاہ فرمایا ہے۔ علامہ ابن بطال نے تحریر کیا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ میں اس کذاب کی سزا کو بیان فرمایا ہے، جس کا جھوٹ دنیا میں پھیل جاتا ہے، کہ روزِ قیامت تک اس کے جبڑے کو آگ میں چیرا جاتا ہے۔ گناہ کی جگہ [ہی] میں اس کو سزا دی گئی اور وہ اس کا منہ ہے، جس کے ذریعہ وہ جھوٹ

❶ صحیح البخاری ، کتاب الجنائز، باب ، جزء من رقم الحدیث ۱۳۸۶، ۳/ ۲۵۱.

بولتا تھا۔'' ❶

مذکورہ بالا حدیث شریف سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے، کہ کذاب کی یہ سزا قیامت کے بپا ہونے تک جاری رہے گی۔ امام ابن ابی جمرہ نے لکھا ہے: ''فَيُصْنَعُ بِهِ إِلىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ.'' [اسی طرح [جاری] رہے گی، کہ اس کا تسلسل نہ ٹوٹے گا۔] ❷

جب کذاب کے عذاب کی سنگینی قبل از قیامت اس قدر شدید ہے، تو اس کے بعد کیفیت کیا ہوگی؟ اس بارے میں امام ابن ابی جمرہ ہی نے تحریر کیا ہے: ''جب موت سے لے کر روزِ قیامت تک اس کا حال یہ ہوگا، تو قیامت کے دن اس کی حالت کیسی ہوگی؟''

اے اللہ کریم! اپنے فضل و کرم سے ہمیں جھوٹ اور اس کی سزا سے محفوظ رکھنا۔ آمین یا حي یا قیوم۔

(۱۳)

رسول اللہ ﷺ اور حضرات صحابہ کا جھوٹ کے متعلق موقف

جھوٹ کی خرابی اور قباحت کو واضح کرنے والی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ رسول کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کی نگاہوں میں یہ سب سے بُری اور ناپسندیدہ عادت تھی۔ اس سلسلے میں ذیل میں تین روایات ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام ابن حبان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا:

''مَا كَانَ خُلُقٌ أَبْغَضَ إِلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْكَذِبِ. وَلَقَدْ

---

❶ شرح صحیح البخاري لابن بطال ۲۸۱/۹.

❷ بهجة النفوس ۱۲۰/۲.

كَانَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ عِنْدَهُ الْكِذْبَةَ ، فَمَا تَزَالُ فِيْ نَفْسِهِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً۔" [1]

"رسول اللہ ﷺ کو جھوٹ سے زیادہ کوئی عادت ناپسند نہ تھی۔ بلاشبہ کوئی شخص آپ ﷺ کے سامنے جھوٹ بولتا، تو یہ آپ ﷺ کے دل میں رہتا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو علم ہو جاتا، کہ اس شخص نے اس [جھوٹ] سے توبہ کر لی ہے۔"

ب: امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"مَا كَانَ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْكَذِبِ ، وَمَا جَرَّبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مِنْ أَحَدٍ ، وَإِنْ قَلَّ ، فَيُخْرِجُ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ، حَتّٰى يُجَدِّدَ لَهُ تَوْبَةً۔" [2]

"رسول اللہ ﷺ کو کسی بھی چیز سے جھوٹ سے زیادہ نفرت نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو کسی شخص سے اس بات کا سابقہ نہ پڑتا، اگرچہ وہ [جھوٹ] قلیل ہی ہوتا، مگر آپ ﷺ اس کو اپنے دل سے نہ نکالتے، یہاں تک کہ وہ اس [جھوٹ] سے ازسرِنو توبہ نہ کر لیتا۔"

---

[1] الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحظر والإباحة، باب الكذب، ذكر البيان بأن الكذب كان من أبغض الأخلاق إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، رقم الحديث ٥٧٣٦، ١٣/ ٤٤-٤٥. شیخ ارناؤوط نے اس کی [سند کو صحیح] کہا ہے اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ١٣/ ٤٥؛ وصحيح الترغيب والترهيب ٣/ ١٢٦).

[2] المستدرك على الصحيحين، كتاب الأحكام، ٤/ ٩٨. امام حاکم نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ٤/ ٩٨؛ والتلخيص ٤/ ٩٨)؛ شیخ البانی نے اسے [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب ٣/ ١٢٦).

ج: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"مَا كَانَ خُلُقٌ أَبْغَضَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْكَذِب ، وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْكَذِبَةَ ، فَمَا يَزَالُ فِي نَفْسِهِ عَلَيْهِ ، حَتّٰى يَعْلَمَ أَنَّهُ قَدْ أَحْدَثَ مِنْهَا تَوْبَةً." ❶

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو جھوٹ سے زیادہ کسی اور عادت سے نفرت نہ تھی۔ بلاشبہ کوئی شخص آپ ﷺ کے روبرو جھوٹ بولتا، تو اس کے بارے میں یہ [بات] آپ ﷺ کے دل میں رہتی، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اس کے جھوٹ سے نئے سرے سے توبہ کرنے کا علم ہو جاتا۔"

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

۱: پہلی اور دوسری روایت کے مطابق رسول کریم ﷺ کو تمام عادات میں سے جھوٹ کے ساتھ سب سے زیادہ نفرت تھی۔

۲: تیسری روایت کے مطابق رسول کریم ﷺ کے صحابہ کے نزدیک بھی جھوٹ تمام عادات میں سے سب سے زیادہ قابل نفرت عادت تھی۔

۳: بلاشبہ ہمارے نبی کریم ﷺ مجسمہ شفقت اور سراپا عفو و درگذر تھے، آپ کا قلب مبارک ساری مخلوق کے دلوں سے زیادہ صاف، شفاف اور پاکیزہ تھا، لیکن

---

❶ المسند، رقم الحديث ٢٥١٨٣، ٤٢/١٠٠ـ١٠١ (ط: مؤسسة الرسالة)؛ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کی [اسناد کو صحیح] کہا ہے اور تحریر کیا ہے، کہ اس کے روایت کرنے والے صحیحین کے راویوں میں سے ہیں۔ ملاحظہ ہو: هامش المسند ٤٢/١٠١). اس مضمون کی حدیث امام ابن ابی الدنیا نے بھی روایت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: الصمت وحفظ اللسان ، باب ذم الكذب، رقم الحديث ٤٧٦، ص ٢٤٤).

اس کے باوجود اگر کسی کو جھوٹ بولتے ہوئے سنتے، خواہ وہ معمولی ہی ہوتا، جیسا کہ دوسری روایت میں ہے، تو جھوٹ بولنے والے کے بارے میں یہ تاثر آپ کے دل میں رہتا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اس کے ازسرِ نو توبہ کرنے کا علم ہو جاتا۔

(۱۴)

جھوٹ کا خالی از خیر ہونا

سچ میں خیر ہے اور جھوٹ خیر سے خالی ہوتا ہے۔ اس بارے میں امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا: ''عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ الصِّدْقِ مِنَ الْحَدِيْثِ خَيْر. مَنْ يَكْذِبْ يَفْجُرْ، وَمَنْ يَفْجُرْ يَهْلِكْ.'' [1]

''بات میں سچ سے ہٹ کر کوئی خیر نہیں۔ جو جھوٹ بولتا ہے، [وہ جھوٹ کی وجہ سے] بڑے گناہ کرتا ہے اور جس نے بڑے گناہ کیے وہ ہلاک ہو گیا۔''

امام ابن ابی الدنیا نے سعید بن یزید سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے شعبی کو شعر پڑھتے ہوئے سنا:

أَنْتَ الْفَتَى كُلَّ الْفَتَى ‏ ‏ إِنْ كُنْتَ تَصْدُقُ مَا تَقُوْلُ

لَا خَيْرَ فِيْ كَذِبِ الْجَوَّادِ ‏ ‏ وَ حَبَّذَا صِدْقُ الْبَخِيْلِ [2]

''اگر تم اپنی بات میں سچے ہو، تو تم جوان مردِ کامل ہو۔ سخی کے جھوٹ میں کچھ خیر نہیں اور بخیل کا سچ اچھا ہے۔''

---

[1] المصنف، كتاب الجامع، باب الكذب والصدق، وخطبة ابن مسعود رضي الله عنه، رقم الرواية ٢٠٢٠٤، ١١/ ١٦٢؛ والصمت وحفظ اللسان للإمام ابن أبي الدنيا، باب في ذم الكذب، رقم الحديث ٤٨٨، ص ٢٤٧. الفاظِ روایت ابن ابی الدنیا کے ہیں۔

[2] الصمت وحفظ اللسان، باب في ذم الكذب، رقم الرواية ٥١١، ص ٢٥٤.

مبحث دوم

جھوٹ چھوڑنے کا صلہ

جھوٹ ترک کرنے کی برکات دنیا و آخرت دونوں میں ہیں۔ اس سلسلے میں ایک بہترین مثال غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل نہ ہونے والے تین حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا واقعہ ہے، کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان سے غزوہ سے غیر حاضری کے متعلق استفسار کیا، تو انہوں نے جھوٹ کو چھوڑتے ہوئے، ساری صورت حال سچ سچ عرض کر دی۔

ان کے اس طرزِ عمل پر اللہ تعالیٰ اس قدر راضی ہوئے، کہ ان پر وہ انعام فرمایا، جو ان کی نگاہوں میں نعمت اسلام کے بعد ربّ ذوالجلال کا ان پر سب سے بڑا انعام تھا۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں انہی کا قصہ قدرے اختصار سے عرض کیا جا رہا ہے:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

> ''غزوہ تبوک کے سوا کسی اور غزوہ میں ایسا نہیں ہوا تھا، کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ ہوا ہوں، البتہ میں غزوہ بدر میں بھی شامل نہیں ہوا تھا، لیکن اس سے غیر حاضر رہنے والوں پر آنحضرت ﷺ نے خفگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔
>
> [غزوہ تبوک میں] میری صورتِ حال یہ تھی، کہ میں کبھی بھی اتنا زیادہ قوی اور اس قدر آسودہ حال نہیں تھا، جس قدر اس موقع پر تھا۔ اس غزوہ کے موقع پر میں نے دو سواریاں جمع کر رکھی تھیں، جو کہ اس سے پیشتر میرے پاس کبھی جمع نہ ہوئیں تھیں۔

رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے، تو آپ ﷺ اس کے لیے ذو معنی الفاظ [1] استعمال فرمایا کرتے تھے، لیکن اس غزوہ کے وقت [چونکہ] گرمی سخت تھی، سفر دراز اور راستہ بیابانی تھا اور دشمن کی تعداد کثیر تھی، اس لیے آپ ﷺ نے مسلمانوں کے لیے صورتِ حال کو واضح فرما دیا، تاکہ وہ اس کے مطابق تیاری کر لیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس سمت کی [بھی] نشان دہی فرما دی، جس کی طرف آپ کا جانے کا ارادہ تھا۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کثیر تعداد میں تھے اور کسی رجسٹر میں ان کے نام درج نہ کیے گئے تھے۔''

کعب رضی اللہ عنہ نے [مزید] بیان کیا: ''کوئی بھی شخص اگر اس غزوہ سے غائب رہتا، تو وہ یہ خیال کر سکتا تھا، کہ اس کی غیر حاضری مخفی رہے گی، سوائے اس کے، کہ اس کے متعلق وحی نازل ہو۔

رسول اللہ ﷺ اس غزوہ کے لیے اس وقت نکلے، جب کہ پھل پک چکے تھے اور سائے دراز ہو چکے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تیاری کی۔ میں بھی تیاری کرنے کا سوچتا رہا، لیکن میں نے کچھ بھی نہ کیا اور اپنے دل میں کہا: ''میں [کسی بھی وقت] تیاری کر سکتا ہوں۔''

یوں ہی وقت گزرتا رہا، لوگوں نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اور رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو ساتھ لے کر روانہ بھی ہو گئے۔ میں نے اس وقت تک کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ یوں ہی وقت گزرتا گیا، یہاں تک کہ وہ تیزی سے چلے گئے، اور غزوہ میں شرکت میرے لیے دور کی بات ہو گئی۔ میں یہی ارادہ کرتا رہا، کہ جاؤں اور انہیں پا لوں۔ کاش! میں نے ایسا کر لیا

---

[1] یعنی ایسے الفاظ جن کے معانی ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔

ہوتا، لیکن یہ میرے نصیب میں نہ تھا۔

آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد، جب میں باہر نکلتا اور لوگوں میں گھومتا، تو مجھے دیکھ کر رنج ہوتا، کہ وہاں صرف دو ہی قسم کے لوگ تھے، ایک وہ جن پر نفاق کی تہمت تھی، اور دوسرے وہ کمزور لوگ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دے دیا تھا۔

تبوک پہنچنے تک رسول اللہ ﷺ نے میرا ذکر نہ فرمایا۔ تبوک میں، ایک مجلس میں، آنحضرت ﷺ نے استفسار فرمایا:

"مَا فَعَلَ كَعْبٌ؟"

[کعب نے [یہ] کیا کیا؟]

بنوسلمہ کے ایک شخص نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! حسن و جمال یا لباس پر غرور نے اس کو آنے نہیں دیا۔"

اس پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: "تم نے بری بات کہی ہے! اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! ہم ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔"

رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: "جب مجھے معلوم ہوا، کہ آنحضرت ﷺ واپس تشریف لا رہے ہیں، تو مجھ پر فکر سوار ہوا اور میرا ذہن کوئی ایسا جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا، جس سے میں کل آنحضرت ﷺ کی خفگی سے بچ سکوں۔ میں نے اس سلسلے میں اپنے گھر کے ہر عقل مند فرد سے مشورہ بھی کیا۔

جب مجھ سے یہ ذکر کیا گیا، کہ رسول اللہ ﷺ [مدینہ طیبہ کے] قریب آ چکے ہیں، تو غلط خیالات میرے ذہن سے نکل گئے اور مجھے یقین ہو گیا، کہ میں اپنے آپ کو کسی ایسی چیز کے ذریعہ سے نہیں بچا سکتا، جس میں جھوٹ ہو، چنانچہ میں نے سچی بات

کہنے کا پختہ عزم کرلیا۔

صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ کی عادت تھی، کہ جب سفر سے واپس آتے، تو پہلے مسجد میں تشریف لاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے لیے تشریف فرما ہوتے۔ جب آپ ﷺ [حسب عادت] ایسا کرچکے، تو پیچھے رہنے والے لوگ آ کر قسمیں کھا کھا کر اپنے عذر بیان کرنے لگے۔ ایسے لوگوں کی تعداد اسّی (۸۰) سے کچھ اوپر تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرمایا، ان سے عہد لیا، ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی اور ان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔

ان کے بعد میں آپ ﷺ کے روبرو حاضر ہوا، میں نے سلام عرض کیا، تو آپ ﷺ مسکرائے اور آپ کی مسکراہٹ میں ناراضی تھی، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''آؤ [یعنی قریب ہو جاؤ]۔''

میں چل کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''مَا خَلَّفَكَ؟ أَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ؟''

[تمہیں کس چیز نے پیچھے رکھا؟ کیا تم نے اپنی سواری خرید نہ رکھی تھی؟]

میں نے عرض کیا: ''کیوں نہیں [یعنی میں نے سواری خرید رکھی تھی]، اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں آپ کے سوا دنیا کے کسی اور شخص کے پاس بیٹھا ہوتا، تو کوئی نہ کوئی عذر گھڑ کر اس کی خفگی سے بچ سکتا تھا۔ مجھے بات بنانے کا سلیقہ دیا گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہے، کہ اگر آج میں آپ کے سامنے کوئی جھوٹا عذر بیان کرکے آپ کو راضی کرلوں گا، تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کو مجھ سے ناراض کردیں گے اور اگر میں نے آپ کے حضور سچی بات عرض کی، تو آپ کو مجھ پر خفگی ہوگی، لیکن ایسی بات کرتے ہوئے مجھے اللہ تعالیٰ سے معافی کی پوری امید ہے۔

نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! [پیچھے رہنے کے لیے] میرے پاس کوئی عذر نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ سے پیچھے رہتے وقت، میں اس قدر قوی اور آسودہ حال تھا، کہ اس سے پہلے کبھی ایسے نہیں تھا۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ، فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْكَ.''

''اس نے یقیناً سچی بات بتلائی ہے، سو اُٹھ جاؤ، یہاں تک، کہ تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ [خود ہی] فیصلہ فرمادیں۔''

میں اُٹھا اور میرے پیچھے بنوسلمہ کے کچھ لوگ دوڑے ہوئے آئے، اور مجھ سے کہنے لگے:

''ہمارے علم کے مطابق تم نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا۔ تم نے بڑی کوتاہی کی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو کوئی ایسا عذر پیش نہیں کیا، جیسا کہ پیچھے رہنے والے [دیگر] لوگوں نے بیان کیا ہے۔ تمہارے گناہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا استغفار ہی کافی تھا۔''

اللہ تعالیٰ کی قسم! ان لوگوں نے مجھے اتنی ملامت کی، کہ میں نے واپس پلٹ کر اپنی تکذیب کا ارادہ کرلیا۔ [یعنی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے سابقہ بیان کی تکذیب کر کے جھوٹا عذر پیش کردوں]، پھر میں نے ان سے دریافت کیا: ''کیا کسی اور کو بھی میری والی صورتِ حال پیش آئی ہے؟''

انہوں نے بتلایا: ''ہاں، دو اشخاص نے وہی بات کہی ہے، جو تم نے کہی ہے اور ان سے وہی کہا گیا ہے، جو تم سے کہا گیا ہے۔''

میں نے پوچھا: ''وہ دونوں کون ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا: ''مرارہ بن ربیع العمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔''

انہوں نے میرے لیے دو ایسے اشخاص کا ذکر کیا، جو کہ غزوہ بدر میں شریک

ہوئے تھے اور میرے لیے ان میں نمونہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے رہنے والوں میں سے ہم تین کے ساتھ گفتگو سے منع فرما دیا۔ لوگ ہم سے دور ہو گئے اور وہ ہمارے ساتھ اس قدر بدل گئے، یہاں تک کہ میں نے زمین کو بھی اپنے لیے مختلف پایا، زمین وہ نہ رہی تھی، جس سے میں آشنا تھا۔ ہم اسی حالت میں پچاس روز رہے۔

میرے دو ساتھیوں نے تو ہمت ہار دی اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے روتے رہے۔ میں تینوں میں سے نسبتاً جوان اور طاقت ور تھا، میں باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا اور بازاروں میں گھومتا، [لیکن] مجھ سے کوئی گفتگو نہ کرتا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ نماز کے بعد اپنی مجلس میں تشریف فرما ہوتے، تو میں سلام عرض کرنے کے بعد اپنے دل میں کہتا: ''کیا آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دینے کی خاطر اپنے لبوں کی حرکت دی ہے یا نہیں؟

پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگ جاتا اور آپ کو کنکھیوں سے دیکھتا رہتا، جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا، تو آپ ﷺ میری طرف توجہ فرماتے اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا، تو آپ ﷺ رخ مبارک کو پھیر لیتے۔

آخر جب لوگوں کی یہ بے رخی دراز ہوتی گئی، تو میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی طرف گیا اور اس کی دیوار پر چڑھ گیا۔ وہ میرے چچا زاد بھائی اور لوگوں میں سے مجھے سب سے زیادہ پیارے تھے۔ میں نے انہیں سلام کہا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! انہوں نے میرے سلام کا جواب [تک] نہ دیا۔

میں نے کہا: ''اے ابو قتادہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تمہیں میرے بارے میں اس بات کا علم ہے، کہ میں اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں؟''

وہ چپ رہے، میں نے اپنا سوال دہرایا اور انہیں قسم دے کر دریافت کیا، لیکن وہ [پھر بھی] خاموش رہے۔ میں نے پھر سوال دہرایا، انہیں قسم دے کر پوچھا، تو انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔''

میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ میں واپس چلا آیا اور دیوار پر چڑھ کر [باہر آ گیا]۔

انہوں نے [مزید] بیان کیا: ''میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا، کہ شام کا ایک کاشت کار، جو غلہ بیچنے مدینہ آیا تھا، کہہ رہا تھا: ''کعب بن مالک تک پہنچانے میں میری راہنمائی کون کرے گا؟''

لوگوں نے میری طرف اشارہ کرنا شروع کیا، تو وہ میری طرف آیا اور مجھے شاہِ غسان کا ایک خط دیا، جس میں تھا:

> '' اما بعد، بلاشبہ مجھے معلوم ہوا ہے، کہ تمہارے صاحب [یعنی رسول کریم ﷺ] نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت اور ضائع ہونے کی جگہ میں نہیں رکھا [یعنی ایسی جگہ رہنے کا پابند نہیں فرمایا]۔ '' آپ ہمارے پاس تشریف لے آیئے، ہم آپ کے ساتھ تعاون کریں گے۔''

جب میں نے اس کو پڑھا، تو میں نے کہا: یہ بھی امتحان ہی کا حصہ ہے۔''
میں اس کو لے کر تنور کی طرف گیا اور اسے جلا دیا۔

جب ان پچاس دنوں میں سے چالیس دن گزر رہے، تو رسول اللہ ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے، کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ۔''

میں نے دریافت کیا: ''کیا میں اس کو طلاق دے دوں یا مجھے کیا کرنا ہے؟''
اس [قاصد] نے کہا: ''نہیں، صرف اس سے جدا ہو جاؤ اور اس کے قریب نہیں جانا۔''

میں نے اپنی اہلیہ سے کہا: ''اپنے میکے چلی جاؤ اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کرنے تک وہیں رہو۔''

اسی طرح دس راتیں اور گزر گئیں اور جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے گفتگو کی ممانعت فرمائی تھی، اس کی پچاس راتیں پوری ہوگئیں۔ پچاسویں رات کی صبح کو جب میں نمازِ فجر پڑھ چکا اور میں اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر اس حالت میں بیٹھا تھا، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ: میرا دم گھٹا جارہا تھا اور زمین اپنی وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہوچکی تھی، کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی، جو جبل سلع پر چڑھ کر بآواز بلند کہہ رہا تھا:

''يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ! أَبْشِرْ.''

[اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو۔]

انہوں نے بیان کیا: '' [یہ سنتے ہی] میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے یقین ہوگیا، کہ مصیبت کے چھٹ جانے کا وقت آچکا ہے۔

نمازِ فجر کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بارگاہِ الٰہی میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان فرمایا، تو لوگ ہمیں بشارت دینے کے لیے آنا شروع ہوئے۔ میرے دونوں ساتھیوں کی طرف [بھی] خوشخبری سنانے والے گئے۔ ایک شخص نے اپنے گھوڑوں کو میری طرف سرپٹ دوڑایا۔ بنو اسلم قبیلہ کے ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی۔ اور آواز [مجھ تک پہنچنے میں] گھوڑے سے زیادہ تیز تھی۔ جب یہ صاحب آواز مجھے خوش خبری دینے آئے، تو میں نے ان کے بشارت سنانے کی خوشی میں اپنے دونوں کپڑے اتار کر انہیں پہنا دیے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اس دن میرے پاس ان کے سوا کوئی اور چیز نہ تھی۔ پھر میں نے دو کپڑے مانگ کر پہن لئے، اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کی خاطر روانہ ہوا۔ لوگ جوق در جوق مجھ سے ملاقات کرتے جاتے اور قبولیت

توبہ کی مبارک باد دیتے۔ وہ کہہ رہے تھے: ''بارگاہِ الٰہی میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے [مزید] بیان کیا: ''یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کے گرد و پیش لوگ تھے۔ جب میں نے سلام عرض کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اور آپ کا چہرہ خوشی اور مسرت سے دمک رہا تھا:

'' أَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ أُمُّكَ. ''

[اس دن کی تمہیں بشارت ہو، جو کہ تمہاری ماں کے تمہیں جنم دینے سے لے کر آج تک کے تمام دنوں میں سے تمہارے لیے بہترین ہے۔]

انہوں نے بیان کیا، کہ میں نے عرض کیا:

'' أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ؟. ''

[یا رسول اللہ! کیا یہ [بشارت] آپ کی طرف سے ہے، یا اللہ تعالیٰ کی جانب سے؟]

آپ ﷺ نے جواب دیا:

'' لَا، بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ. ''

[نہیں، بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے]۔

رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے، تو آپ کا چہرہ اس طرح روشن ہو جاتا تھا، جیسے کہ چاند کا ٹکڑا ہو، اور ہم آپ کے چہرے سے آپ کی مسرت بھانپ لیتے تھے۔

پھر جب میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا، تو میں نے عرض کیا:

'' يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلٰى رَسُوْلِهِ ﷺ. ''

[یا رسول اللہ! بلاشبہ میں اپنی توبہ [کی قبولیت] کی خوشی میں اپنے مال سے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کے حق میں دست بردار ہو رہا ہوں۔]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَمْسِكْ عَلَيْكَ بَعْضَ مَالِكَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ."

[اپنا کچھ مال اپنے پاس بھی رکھ لو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے]۔

میں نے عرض کیا:

"فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ."

[میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے پاس رکھ لوں گا]۔

پھر میں نے عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ إِنَّمَا نَجَّانِيْ بِالصِّدْقِ، وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ أَلَّا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ."

[یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے اور بلاشبہ میری توبہ میں سے یہ بھی ہے، کہ میں جب تک زندہ رہوں گا، سچ کے سوا اور کچھ نہ بولوں گا۔]

سو اللہ تعالیٰ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو یہ عہد کیا تھا، میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا، جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی بنا پر اس قدر نوازا ہو، جس قدر کہ انہوں نے مجھے نوازا۔ رسول اللہ ﷺ کے حضور عہد کرنے سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ کا ارادہ بھی نہیں کیا اور مجھے امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے [ہمارے بارے میں] اپنے رسول ﷺ پر یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ

الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ . يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [1]

[یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی ـ ﷺ ـ، مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول فرمائی، جنہوں نے مشکل وقت میں آنحضرت ﷺ کی پیروی کی، جب کہ قریب تھا، کہ ایک گروہ کے دلوں میں کجی آ جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ بے شک وہ ان پر ہی بہت شفقت فرمانے والے، نہایت مہربان ہیں۔ اور ان تینوں کی بھی، جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور خود ان کی جانیں [بھی] ان پر تنگ ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا، کہ اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر ان کی جناب کے علاوہ اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے، انہوں [اللہ تعالیٰ] نے ان کی جانب توجہ فرمائی، تاکہ وہ توبہ کرلیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے، نہایت مہربان ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ]۔

فَوَاللّٰهِ! مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ ..... بَعْدَ أَنْ هَدَانِي لِلْإِسْلَامِ ..... أَعْظَمَ فِي نَفْسِي مِنْ صِدْقِي لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَنْ لَا أَكُوْنَ كَذَبْتُهُ، فَأَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ أَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِأَحَدٍ، فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى:

[1] سورة التوبة/ الآيات ١١٧-١١٩.

﴿ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوْا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ. يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ [1] ﴾ [2]

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت اسلام ملنے کے بعد، میری نظر میں رسول اللہ ﷺ کے روبرو اس سچ بولنے سے بڑھ کر مجھ پر کوئی احسان نہیں ہوا، کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور اپنے آپ کو ایسے ہلاک نہ کیا، جیسے کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوگئے تھے۔ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کے متعلق اس قدر شدید وعید فرمائی، کہ کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

[ترجمہ: جب تم لوگ ان کے پاس واپس آؤ گے، تو وہ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں گے، تاکہ تم انہیں کچھ نہ کہو، سو تم ان سے اعراض کرو، بلاشبہ وہ ناپاک ہیں، اور ان کے کرتوتوں کے بدلے میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ وہ تمہارے لیے قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، سو اگر تم ان سے راضی [بھی] ہوگئے، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے]۔''

قصہ سے معلوم ہونے والی باتیں:

اس واقعہ سے معلوم ہونے والی باتوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

---

[1] سورة التوبة/ الآيتان ٩٥_٩٦.

[2] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب حديث كعب بن مالك رضي الله عنه قول الله عزوجل: (وعلى الثلثة الذين خلفوا)، جزء من رقم الحديث ٤٤١٨، ٨/ ١١٣_ ١١٦؛ وصحيح مسلم، كتاب التوبة، باب حديث توبة كعب بن مالك وصاحبيه رضي الله عنهم، جزء من رقم الحديث ٥٣_ (٢٧٦٩)، ٤/ ٢١٢٠_٢١٢٨. الفاظ حديث صحيح البخاري کے ہیں۔

۱: جب حضرت کعب اور ان کے دو ساتھیوں رضی اللہ عنہم نے جھوٹ کو سے گریز کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے روبرو سچ بولا، تو اللہ کریم نے ان پر یہ عنایت فرمائی، کہ ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ لِيَتُوۡبُوۡا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ ﴾

[پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب توجہ فرمائی، تا کہ وہ توبہ کرلیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے نہایت مہربان ہیں]

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو اس عظیم نعمت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

"أَبۡشِرۡ بِخَيۡرِ يَوۡمٍ مَرَّ عَلَيۡكَ مُنۡذُ وَلَدَتۡكَ أُمُّكَ."

[اس دن کی تمہیں بشارت ہو، جو کہ تمہاری ماں کے تمہیں جنم دینے کے دن سے لے کر آج تک کے تمام دنوں سے تمہارے لیے بہترین ہے]

۲: جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے روبرو جھوٹ بولا، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ دو آیتیں نازل فرمائیں، [1] جن میں درج ذیل پانچ دنیوی اور اخروی سزاؤں کا ذکر فرمایا ہے:

۱: ان کے ساتھ قطع تعلق کا حکم:

اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ فَأَعۡرِضُوۡا عَنۡهُمۡ ﴾ [ان سے اعراض کرو]۔ علامہ شوکانی اپنی تفسیر میں رقم طراز ہیں: "اللہ تعالیٰ نے ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے، کہ ان کو چھوڑ دو اور ان سے قطع تعلق کرلو۔ اس سے مقصود ان سے راضی ہونا یا ان کے گناہوں سے درگذر کرنا نہیں۔" [2]

---

[1] یہ دو آیتیں اور ان کا ترجمہ کتاب ہذا کے ص میں ملاحظہ فرمایئے۔

[2] فتح القدير ٢/ ٥٧٤؛ نیز ملاحظہ ہو: التفسير الكبير ١٦/ ١٦٤؛ وتفسير القرطبي ٨/ ٢٣١؛ وتفسير أبي السعود ٤/ ٩٤.

ب: ان پر ناپاک ہونے کا حکم:

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ﴾ [بلاشبہ وہ ناپاک ہیں]۔ حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یعنی ان کے باطن اور اعتقادات خبیث ہیں۔'' ❶

ج: جہنم کا ٹھکانا ہونا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَّمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ﴾ [اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے] علامہ قرطبی اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: ''یعنی ان کی منزل اور جگہ [جہنم ہے]۔'' ❷

د: اللہ تعالیٰ کا ان سے راضی نہ ہونا:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾

[سو اگر تم ان سے راضی [بھی] ہو گئے، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے]۔

اس کا مقصود یہ ہے...... جیسا کہ علامہ شوکانی نے بیان کیا ہے...... کہ اہل ایمان کو ان سے راضی ہونے سے روکا گیا ہے، کیونکہ جن سے اللہ تعالیٰ خوش نہ ہوں۔ ایمان والے ان سے راضی نہیں ہوتے۔ ❸

---

❶ تفسیر ابن كثير ٢/ ٤٢٠.

❷ تفسير القرطبي ٨/ ٢٣١.

❸ ملاحظہ ہو: فتح القدير ٢/ ٥٧٤؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير أبي السعود ٤/ ٩٤-٩٥؛ روح المعاني ١١/ ٤.

۵: ان کو فاسق قرار دینا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾

[سو اگر تم ان سے راضی [بھی] ہوگئے، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے]

علامہ الوسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ضمیر کی بجائے [فاسقوں] کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، [1] تاکہ ان کے بارے میں یہ نشان دہی کی جائے، کہ وہ اطاعت [الٰہیہ] سے نکل گئے ہیں اور یہی بات ان پر نازل ہونے والے عذابوں کا سبب بنی۔ [2]

۳: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جھوٹ چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نوازشات کا تقابل جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے کرتے ہوئے بیان فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایتِ اسلام ملنے کے بعد، میری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس سچ بولنے سے بڑھ کر مجھ پر کوئی احسان نہیں ہوا، کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا اور ایسے ہلاک نہیں ہوا، جیسے کہ جھوٹ بولنے والے ہلاک ہوگئے تھے۔ وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے والوں کے متعلق اس قدر شدید وعید فرمائی، کہ اتنی کسی دوسرے کے لیے نہیں فرمائی ہوگی۔'' [3]

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ [اللہ تعالیٰ ان سے راضی نہیں ہوتے]، بلکہ یہ فرمایا [اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوتے]

[2] ملاحظہ ہو: روح المعاني ۱۱/٤.

[3] اس بارے میں نازل کردہ دو آیتیں اور ان کا ترجمہ اس کتاب کے ص ۷۷-۷۸ میں ملاحظہ فرمایئے۔

امام ابن قیم اس قصے کے فوائد بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

" وَمِنْهَا : عَظِيْمُ مِقْدَارِ الصِّدْقِ ، وَتَعْلِيْقُ سَعَادَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، وَالنَّجَاةُ مِنْ شَرِّهِمَا بِهِ ، فَمَا أَنْجى مَنْ أَنْجَاهُ إِلَّا بِالصِّدْقِ ، وَلَا أَهْلَكَ مَنْ أَهْلَكَهُ إِلَّا بِالْكِذْبِ ، وَقَدْ أَمَرَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ، فَقَالَ:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ [1]

وَقَدْقَسَمَ سُبْحَانَهُ الْخَلْقَ إِلٰى قِسْمَيْنِ: سُعَدَاءُ وَأَشْقِيَاءُ، فَجَعَلَ السُّعَدَاءَ هُمْ أَهْلَ الصِّدْقِ وَالتَّصْدِيْقِ ، وَالْأَشْقِيَاءَ هُمْ أَهْلُ الْكِذْبِ وَالتَّكْذِيْبِ ، وَهُوَ تَقْسِيْمٌ حَاصِرٌ مُطَّرِدٌ مُنْعَكِسٌ، فَالسَّعَادَةُ دَائِرَةٌ مَعَ الصِّدْقِ وَالتَّصْدِيْقِ، وَالشَّقَاوَةُ دَائِرَةٌ مَعَ الْكَذِبِ وَالتَّكْذِيْبِ.

وَأَخْبَرَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَنَّهُ لَا يَنْفَعُ الْعِبَادَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا صِدْقُهُمْ ، وَجَعَلَ عَلَمَ الْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْ تَمَيَّزُوْا بِهِ هُوَ الْكَذِبُ فِيْ أَقْوَالِهِمْ وَأَفْعَالِهِمْ ، فَجَمِيْعُ مَا نَعَاهُ عَلَيْهِمْ، أَصْلُهُ الْكَذِبُ فِي الْقَوْلِ وَالْفِعْلِ . فَالصِّدْقُ بَرِيْدُ الْإِيْمَانِ ، وَمَرْكَبُهُ ، وَسَائِقُهُ ، وَقَائِدُهُ ، وَحِلْيَتُهُ ، وَلِبَاسُهُ ، بَلْ هُوَ لُبُّهُ وَرُوْحُهُ.

وَالْكَذِبُ بَرِيْدُ الْكُفْرِ وَالنِّفَاقِ ، وَدَلِيْلُهُ ، وَمَرْكَبُهُ ، وَسَائِقُهُ ، وَقَائِدُهُ ، وَحِلْيَتُهُ ، وَلِبَاسُهُ ، وَلُبُّهُ ، فَمُضَادَةُ الْكَذِبِ لِلْإِيْمَانِ كَمُضَادَةِ الشِّرْكِ لِلتَّوْحِيْدِ ، فَلَا يَجْتَمِعُ الْكَذِبُ وَالْإِيْمَانُ إِلَّا وَيَطَّرِدُ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ ، وَيَسْتَقِرُّ مَوْضِعَهُ.

[1] سورة التوبة/الآية ۱۱۹.

وَاللّٰهُ أَنۡجَى الثَّلَاثَةَ بِصِدۡقِهِمۡ ، وَأَهۡلَكَ مِنَ الۡمُخَلَّفِينَ بِكِذۡبِهِمۡ ، فَمَا أَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلىٰ عَبۡدٍ بَعۡدَ الۡإِسۡلَامِ بِنِعۡمَةٍ أَفۡضَلُ مِنَ الصِّدۡقِ الَّذِيۡ هُوَ غِذَاءُ الۡإِسۡلَامِ وَحَيَاتُهُ ، وَلَا ابۡتَلَاهُ بِبَلِيَّةٍ أَعۡظَمَ مِنَ الۡكِذۡبِ الَّذِيۡ هُوَ مَرَضُ الۡإِسۡلَامِ وَفَسَادُهُ. وَاللّٰهُ الۡمُسۡتَعَانُ. [1]

اور ان (فوائد) میں سے:

''سچ کی عظیم قدر و منزلت، دنیا و آخرت کی سعادت اور ان دونوں کے شر سے نجات کا اس کے ساتھ وابستہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو بھی نجات دی، تو سچ ہی کے ساتھ دی اور جس کسی کو بھی تباہ کیا، تو جھوٹ ہی کے ساتھ کیا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو راست بازوں کے ساتھ ہونے کا حکم دیا۔ انہوں نے فرمایا: [جس کے معانی یہ ہیں: اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔]

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا: سعادت مند لوگ اور بدنصیب لوگ۔ سعادت مند صدق و تصدیق والے [2] قرار پائے اور بدنصیب جھوٹ اور تکذیب والے [3] ٹھہرائے گئے۔ یہ تقسیم قطعی، حتمی اور مطّرد ہے۔ [4] خوش بختی، صدق و تصدیق کے ساتھ، بدبختی جھوٹ اور تکذیب کے ساتھ وابستہ اور مربوط ہے۔

---

[1] زاد المعاد ۳/ ۵۹۰۔۵۹۱.

[2] یعنی سچ بولنے والے اور حق اور سچائی کی تصدیق کرنے والے۔

[3] یعنی حق و صداقت کو جھٹلانے والے۔

[4] مراد یہ ہے، کہ جہاں سچائی اور حق کی تصدیق ہوگی، وہاں سعادت اور خوش بختی ہوگی اور جہاں سعادت اور خوش بختی نظر آئے گی، اس کے پس منظر میں سچائی اور حق کی تصدیق ہوگی۔ اسی طرح جہاں سچائی اور حق کی تصدیق نہ ہوگی، وہاں سعادت اور خوش بختی نہ ہوگی اور جو تعلق صدق و تصدیق کا سعادت سے ہے، وہی تعلق جھوٹ کا بدبختی اور بدنصیبی کے ساتھ ہے۔

(اللہ) سبحانہ وتعالیٰ نے خبر دی ہے، کہ سچ ہی روزِ قیامت لوگوں کے کام آئے گا۔ علاوہ ازیں انہوں (اللہ تعالیٰ نے) نے منافقوں کی نشان دہی کرنے والی نمایاں بات ان کے اقوال و افعال میں جھوٹ کو قرار دیا ہے۔ انہوں نے ان کی جن خصلتوں کی مذمت کی ہے، ان سب کی جڑ ان کے قول و عمل میں جھوٹ ہے۔

سچ ایمان کا سفیر، اس کی نشانی، اس کی سواری، اس کا چلانے والا، اس کا قائد، اس کا زیور اور لباس، بلکہ وہ تو اس کا مغز اور روح ہے۔ جھوٹ کفر و نفاق کا ایلچی، اس کی نشانی، اس کی سواری، اس کا قائد، اس کا زیور، اس کا لباس اور اس کا نچوڑ ہے۔ جھوٹ ایمان کی اسی طرح ضد ہے، جس طرح شرک توحید کا اُلٹ ہے۔ جھوٹ اور ایمان کسی مقام پر اکٹھے نہیں ہوتے، مگر ان میں سے ایک دوسرے کو دھکیل کر اس کی جگہ ڈیرا ڈال دیتا ہے۔

اللہ سبحانہ نے ان تینوں کو ان کی سچائی کے ساتھ نجات دی اور ان کے علاوہ دیگر پیچھے چھوڑے ہوئے لوگوں کو ان کے جھوٹ کی وجہ سے ہلاک کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے پر اسلام کے بعد سچ سے بڑا کوئی انعام نہیں فرمایا، جو اسلام کی غذا اور زندگی ہے اور جھوٹ سے بڑھ کر اس پر کوئی مصیبت نازل نہیں کی، جو کہ اسلام کی بیماری اور اس کو برباد کرنے والی ہے۔''

حافظ ابن حجر نے اس قصے کے فوائد بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''اس میں سچ کا فائدہ اور جھوٹ کے انجام کی نحوست [کا بیان] ہے۔''[1]

اے اللہ کریم! ہمیں سچ بولنے کی توفیق عطا فرمایئے اور اس کے ثمرات ہمارے نصیب میں فرمایئے، جھوٹ اور اس کے برے اثرات سے ہمیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیجیے۔ إنك سميع مجيب.

---

[1] فتح الباري ۱۲٤/۸.

مبحث سوئم

جھوٹ کی اقسام

تمہید:

جھوٹ کی متعدد اقسام اور شکلیں ہیں۔ ان میں سے درج ذیل چودہ اقسام کے متعلق اس مقام پر توفیق الٰہی سے گفتگو کی جا رہی ہے:

۱: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا۔

۲: نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنا۔

۳: جھوٹا خواب بیان کرنا۔

۴: اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرنا۔

۵: نہ ملنے کے باوجود حاصل ہونے کا دعویٰ کرنا۔

۶: تہمت لگانا۔

۷: جھوٹی گواہی دینا۔

۸: مال کی خاطر جھوٹی قسم کھانا۔

۹: تجارت میں جھوٹ سے کام لینا۔

۱۰: مزاحاً جھوٹ بولنا۔

۱۱: لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا۔

۱۲: ازراہِ تکلف جھوٹ بولنا۔

۱۳: مخاطب کو حقیر سمجھتے ہوئے جھوٹ بولنا۔

۱۴: ہر سنی ہوئی بات بیان کرنا۔

(ا)

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا

اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا، جو کہ انہوں نے نہ فرمائی ہو، جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''جھوٹ برائی کی جڑ ہے اور اس میں سے سب سے سنگین اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھنا ہے۔''[1] متعدد آیات اور احادیث میں اس قسم کے جھوٹ کی سنگینی، اس کے بولنے والے کے بُرے انجام اور اس کی مختلف شکلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ توفیق الٰہی سے اس بارے میں قدرے تفصیلی گفتگو درج ذیل تین عنوانات کے تحت پیش کی جا رہی ہے:

ا: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی قباحت

ب: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کا بُرا انجام

ج: اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی شکلیں

ا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی قباحت:

اس سنگین گناہ کی برائی پر دلالت کرنے والی متعدد آیات میں سے صرف تین کے حوالے سے ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمایئے:

ا: سب سے بڑا ظلم:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴾[2]

[پس اس سے بڑا ظالم کون ہوگا، جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے؟]

---

[1] الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح علیه السلام ۱/ ۳۰.

[2] سورة الكهف/ الآية ١٥.

قاضی ابوسعود نے آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھا ہے: ''معنی یہ ہے، کہ [ایسا شخص] ہر ظالم سے بڑا ظالم ہے۔'' ❶

ایک دوسرے مقام پر قاضی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں، کہ اگرچہ اس جملے کا لفظی معنی تو یہ ہے، کہ اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں، لیکن اس میں یہ بات بھی ہے، کہ: ''اس ایسا ظالم کوئی نہیں۔'' کیوں کہ جب کہا جاتا ہے کہ: ''فلاں سے زیادہ معزز کون ہے؟'' یا ''اس سے زیادہ فضیلت والا کوئی نہیں''، تو اس سے حتمی طور پر مراد یہ ہوتا ہے، کہ وہ ہر ذی عزت سے زیادہ معزز ہے اور ہر صاحب فضل سے زیادہ فضیلت والا ہے۔ ❷

شیخ قاسمی نے اپنی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''ظلم و کفر میں اس کے برابر کوئی نہیں۔'' ❸

۲۔ غیر مومنوں کا شیوہ:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ ❹

[بلاشبہ جھوٹ تو وہ لوگ گھڑتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔]

علامہ زمخشری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''اس میں ان [مشرکوں] کی اس بات کی تردید کی گئی ہے، کہ ...... معاذ اللہ ...... آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ ایسا تو وہ کرتا ہے، جو بے ایمان ہو، کیوں کہ وہ اپنی سزا سے بے خوف ہوتا ہے۔'' ❺

---

❶ تفسیر أبي السعود ۵/ ۲۱۰۔ ❷ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۴/ ۱۹۶۔

❸ تفسیر القاسمي ۱۱/ ۱۳؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر التحریر والتنویر ۱۵/ ۲۷۵۔

❹ سورة النحل / الآية ۱۰۵۔ ❺ ملاحظہ ہو: الکشاف ۲/ ۴۲۹۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: ''پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضح فرمایا، کہ ان کے رسول ﷺ مفتری اور کذاب نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھنا، تو مخلوق میں سے بدترین لوگوں کا کام ہے، جو کہ کافر اور ملحد لوگوں میں سے اپنی دروغ گوئی کے لیے مشہور ہوتے ہیں اور [آیات الٰہیہ پر ایمان نہیں لاتے] اور محمد رسول اللہ ﷺ تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ سچے، سب سے زیادہ نیک اور علم و عمل اور ایمان و یقین میں کامل ترین تھے۔ اپنی قوم میں صادق کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے تھے، ان کے ہاں آپ ﷺ کی صداقت اس قدر مسلّمہ تھی، کہ انہیں [الأمین محمد ﷺ] کے لقب کے ساتھ پکارا جاتا تھا۔'' [1]

۳: سنگین ترین گناہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ كَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [2]

[آپ دیکھیے، کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور صریح گناہ کے طور پر یہی کافی ہے۔]

قاضی ابو سعود تفسیر آیت میں تحریر کرتے ہیں: '' ﴿ كَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾: معنی یہ ہے، کہ تمام گناہ گار کافروں سے بدترین گناہ گار ہونے کے لیے یہی ایک گناہ کافی ہے یا [اس سے مراد یہ ہے، کہ] انہیں شدید ترین سزاؤں کا مستحق ٹھہرانے کے لیے تنہا یہی ایک گناہ کافی ہے۔'' [3]

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ٢ / ٦٤٧.

[2] سورة النساء/الآية ٥٠.

[3] تفسير أبي السعود ٢ / ١٨٨؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي ٥ / ٢٣٤-٢٣٥.

ب۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا بُرا انجام:

قرآن کریم میں اس سنگین جھوٹ کے بُرے انجام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تین باتیں ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

۱: فلاح سے محرومی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴾ [1]

[بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں، وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔]

قاضی ابو سعود نے اس آیت کی تفسیر میں قلم بند کیا ہے: ''یعنی نہ تو وہ مصیبت سے بچیں گے اور نہ ہی کبھی مقصود کو حاصل کریں گے۔'' [2]

علامہ شوکانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''[اللہ تعالیٰ پر] ہر افترا پرداز کا یہی حال ہو گا۔'' [3]

۲: اللہ تعالیٰ کی لعنت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْأَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [4]

[اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا، جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتا ہے؟ ایسے

---

[1] سورہ یونس۔ علیہ السلام۔/ الآیة ٦٩.

[2] تفسیر أبي السعود ٤ / ١٦٣؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي ٩ / ٦٤.

[3] فتح القدیر ٢/ ٦٦٧.

[4] سورة هود۔علیه السلام۔/ الآیة ١٨.

لوگ اپنے رب کے روبرو پیش کیے جائیں گے اور گواہان کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ آگاہ رہیے! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔]

شیخ سعدی نے اس آیت کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: اللہ تعالیٰ آگاہ فرما رہے ہیں، کہ [اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے سے بڑا ظالم کوئی نہیں] اس میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہر جھوٹ بولنے والا شامل ہے اور ایسے لوگ تمام انسانوں میں سے سب سے بڑے ظالم ہیں۔

[یہ لوگ اپنے رب کے روبرو پیش کیے جائیں گے] تاکہ وہ انہیں ان کے ظلم کی سزا دیں۔ جب وہ انہیں شدید سزا دینے کا فیصلہ فرمائیں گے، تو [گواہان کہیں گے] یعنی وہ جو کہ ان کے افترا باندھنے اور جھوٹ بولنے کی گواہی دیں گے، کہ [یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔ آگاہ رہیے! ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے] یعنی دائمی لعنت، کیونکہ [اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے کی بنا پر] ظلم ان کا وصف لازم بن گیا، [اس لیے ان کے عذاب میں] تخفیف کی کوئی گنجائش نہیں۔ [1]

۳: روسیاہی اور جہنم میں داخلہ:

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴾ [2]

[اور آپ روزِ قیامت ان لوگوں کو دیکھیں گے، کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کی، کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کے لیے ٹھکانا نہیں؟]

آیت کریمہ کی تفسیر میں شیخ سعدی نے قلم بند کیا ہے: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی روزِ قیامت

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر السعدي ص۳۹۸.
[2] سورة الزمر/ الآية ٦٠.

ذلت و رسوائی کے متعلق بتلا رہے ہیں، کہ جنہوں نے ان پر جھوٹ باندھا۔ اس دن ان کے چہرے تاریک رات کی طرح سیاہ ہوں گے اور اسی بنا پر میدانِ محشر میں جمع ہونے والے لوگ انہیں پہچان لیں گے۔

جس طرح انہوں نے حق کے چہرے کو، جو کہ روزِ روشن کی طرح چمک دار اور واضح ہوتا ہے، جھوٹ کی سیاہی سے داغ دار کیا، ایسے ہی اللہ تعالیٰ ان کو اس کرتوت کی قسم ہی سے سزا دیتے ہوئے ان کے چہروں کو سیاہ فرما دیں گے۔ سو ان کے لیے روسیاہی اور جہنم میں شدید عذاب ہوگا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [کیا جہنم میں ان کے لیے ٹھکانا نہیں؟]

جو حق سے اور اپنے رب کی عبادت سے [تکبر کرتے ہیں] اور اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں؟

کیوں نہیں؟ واللہ! اس میں تو سزا، ذلت اور ناراضی ہے اور یہ سب کچھ متکبرین کے حصہ میں خوب آئے گا اور ان سے خوب انتقام لیا جائے گا۔ [1]

اللہ کریم اپنے پر افترا اور اس کے انجام بد سے محفوظ رکھیں۔ آمین یاحي یاقیوم.

ج۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی شکلیں:

اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے کی متعدد صورتیں ہیں۔ شیخ سعدی رقم طراز ہیں: اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا، یہ کہنا، کہ ان کا کوئی بیٹا ہے یا ان کی بیوی ہے، ان کی شان کے منافی بات کہنا، نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا، شریعت الٰہیہ میں وہ بات داخل کرنا، جو اس میں نہ ہو اور پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا، یہ ساری باتیں ان پر جھوٹ باندھنے کے زمرہ میں داخل ہیں۔ [2]

ذیل میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی تین شکلوں کے بارے میں توفیق الٰہی

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر السعدي ص ۷۹۵.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ص ۷۹۵.

سے قدرے تفصیل سے گفتگو کی جارہی ہے:

ا: اللہ تعالیٰ پر کسی کو اپنا بیٹا بنانے کا افتراء:

قرآن وسنت کی متعدد نصوص میں اس جھوٹ کا پول کھولا گیا ہے اور ایسا کرنے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ذیل میں تین نصوص ملاحظہ فرمایئے:

ا: اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ إِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ. قُلْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ. مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴾ [1]

[انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے [اپنے لیے] لڑکا بنایا ہے، وہ ہر عیب سے پاک ہیں، وہ کامل بے نیاز ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز ان ہی کی ملکیت ہے۔ تمہارے اس [دعویٰ] کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو، جس کا تمہیں علم نہیں؟ آپ کہہ دیجیے، کہ بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، کامیاب نہیں ہوں گے۔ دنیا میں معمولی مزہ ہے [یہ وہ کرلیں]، پھر انہیں ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، تو پھر ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب چکھائیں گے۔]

ان آیات کریمہ کی تفسیر میں شیخ سعدی نے تحریر کیا ہے: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے اپنے اوپر بہتان کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ﴾ انہوں

[1] سورة يونس۔عليه السلام۔ الآيات ٦٨۔٧٠.

نے کہا، کہ اللہ تعالیٰ نے [اپنے لیے] بیٹا بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو اس سے بلند و بالا کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ سُبْحَانَهُ ﴾ یعنی یہ ظالم لوگ ان کی طرف جن عیوب کی نسبت کرتے ہیں، وہ اس سے بہت بلند و بالا ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے ثبوت کے لیے متعدد براہین بیان فرمائے ہیں۔

برہان اوّل: ارشاد باری تعالیٰ ﴿ هُوَ الْغَنِيُّ ﴾ [1]: ہر قسم کی بے نیازی ان ہی میں ہے۔ ہر پہلو اور ہر اعتبار سے وہ کامل غنی ہیں اور جب وہ ہر اعتبار سے بے نیاز ہیں، تو انہوں نے بیٹا کس مقصد کے لیے بنانا ہے؟

برہان ثانی: ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ﴾ [2]: یہ جملہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، کوئی چیز بھی اس سے باہر نہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق، غلام اور ملکیت ہیں اور جو چیزیں ایسی ہوں، وہ اپنے خالق، آقا اور مالک کا بیٹا کس طرح بن سکتی ہیں، کیوں کہ بیٹا تو اپنے والد کی جنس سے ہوتا ہے، اس کی مخلوق یا ملکیت نہیں ہوتا۔

برہان ثالث: ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا ﴾ [3]: یعنی کیا تمہارے پاس اس بات کی کوئی حجت یا دلیل ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیٹا بنایا؟ اور اگر اُن کے پاس اس بارے میں کوئی دلیل ہوتی، تو وہ اس کو ضرور ظاہر کرتے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دعوے کی دلیل پیش کرنے کا چیلنج دیا اور دلیل پیش کرنے سے ان کی بے بسی کو واضح فرما دیا، تو یہ حقیقت واضح ہوگئی، کہ اُن کا دعویٰ باطل ہے اور انہوں نے یہ بات بلا علم کہی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] ترجمہ: ''وہ ہی کامل بے نیاز ہیں۔''

[2] ترجمہ: ''آسمانوں اور زمین کی ہر ہر چیز ان ہی کی ملکیت ہے۔''

[3] ترجمہ: ''تمہارے پاس اس (دعوی) کی کوئی دلیل نہیں۔''

﴿ أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾[1] اور بلاشبہ ایسا کرنا سنگین ترین ممنوعہ باتوں میں سے ہے۔[2]

ب: اس بات کی سنگینی اور تردید کی غرض سے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا. لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا. تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا. أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا. وَ مَا يَنْبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا. إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ إِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا. لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا. وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾[3]

[اور انہوں نے کہا، کہ رحمٰن نے کسی کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے۔ بلاشبہ تم نے [یہ کہہ کر] بہت بھاری گناہ کیا ہے۔ قریب ہے، کہ اس کے اثر سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین میں شگاف پڑ جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر جائیں، اس لیے کہ وہ لوگ رحمٰن کا لڑکا ثابت کرتے ہیں۔ رحمٰن کے لیے یہ مناسب ہی نہیں ہے، کہ وہ اپنے لیے کسی کو لڑکا بنائیں۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب رحمٰن کے سامنے بندے کی حیثیت سے حاضر ہوں گے۔ انہوں نے ان سب کو خوب اچھی طرح گن رکھا ہے اور سب کے سب روزِ قیامت ان کے روبرو تنہا آئیں گے۔]

شیخ سعدی نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''اس میں [حق سے] عناد رکھنے والے اور اس کا انکار کرنے والے لوگوں کے قول کی خرابی اور بُرائی کا بیان ہے، جو یہ غلط گمان رکھتے ہیں، کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا ہے، جیسا کہ نصرانیوں نے کہا: [مسیح۔ علیہ السلام۔

---

[1] ترجمہ: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ وہ بات لگاتے ہو، جس کا تمہیں علم نہیں؟''

[2] ملاحظہ ہو: تفسير السعدي ص ٣٨٦۔٣٨٧.

[3] سورة مريم/ الآيات ٨٨۔٩٥.

اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں]، یہودیوں نے کہا[عزیر۔علیہ السلام۔اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں] اور مشرکوں نے کہا:[فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں]۔اللہ تعالیٰ ان کی جھوٹی باتوں سے بلند و بالا ہیں۔'' ❶

شیخ قاسمی لکھتے ہیں: ﴿ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴾ ❷ : یعنی بہت بُری [بات]۔ان کی اس غلط بات کی تردید کرتے ہوئے اور اس کی غلطی کو بیان کرتے ہوئے صیغۂ غائب ❸ کے استعمال میں اللہ تعالیٰ کی شدید ناراضی کا اظہار ہے، اور اس سے ان کی غایت درجہ کی مذمت ٹپکتی ہے اور ان [لوگوں] پر یہ حکم چسپاں ہوتا ہے، کہ وہ شرم اور حیا سے عاری ہونے اور جہالت میں انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کی سنگینی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا، کہ مقام ربانی کی توحید پر غیرت کے سبب قریب ہے، کہ آسمان پھٹ جائیں، زمین میں شگاف پڑ جائے اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں، کیوں کہ یہ تو ایسی بات ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہیں اور اس بات کے ثابت ہونے کا معاذ اللہ معنی یہ ہے، کہ وہ محتاج ہیں، ان کا کوئی ہم سر ہے اور وہ فنا ہو جائیں گے۔ ❹

ج: امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب روزِ قیامت ہوگا، تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا:

''ہر گروہ کے لوگ اس کے پیچھے جائیں، جس کی وہ عبادت کیا

---

❶ تفسیر السعدی ص ٥٣٥.

❷ ترجمہ: ''بلاشبہ تم نے بہت سنگین گناہ کیا ہے۔''

❸ اس میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴾ [اور انہوں نے کہا، کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا] اور ﴿ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴾ [یہ کہ انہوں نے رحمٰن کا بیٹا ثابت کیا] کی طرف اشارہ ہے۔

❹ ملاحظہ ہو: تفسیر القاسمي ١١/١٤٨-١٤٩.

کرتے تھے۔''

اللہ سبحانہ کے سوا، جس کسی کی...... بتوں اور تھانوں میں سے...... عبادت کی جاتی تھی، وہ سب دوزخ میں گر جائیں گے۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے گا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے نیک، بُرے اور بقایا اہل کتاب رہ جائیں گے۔ پھر یہود کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: ''تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟''

وہ کہیں گے: ''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے عُزیر...... علیہ السلام...... کی عبادت کرتے تھے۔''

تو [ان سے] کہا جائے گا: ''تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی بیوی اور بیٹا نہیں بنایا۔ [اب] تم کیا چاہتے ہو؟''

وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں [پانی] پلا دیجیے۔''

پس انہیں اشارہ کیا جائے گا: ''تم [پینے کے لیے] آگے نہیں بڑھو گے؟''

پس انہیں آگ کی طرف اکٹھا کیا جائے گا، جو کہ سراب کی مانند ہو گی، جس کا کچھ حصہ دوسرے حصے کو توڑ رہا ہو گا، سو وہ آگ میں گر جائیں گے۔

پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: ''تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟''

وہ جواب دیں گے: ''ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے المسیح...... علیہ السلام...... کی عبادت کیا کرتے تھے۔''

تو ان سے کہا جائے گا: ''تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے نہ تو کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ ہی بیٹا۔''

پھر ان سے دریافت کیا جائے گا: ''[اب] تم کیا چاہتے ہو؟''

تو وہ جواب میں کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے! ہمیں [پانی] پلا دیجیے۔''

آپ ﷺ نے بیان فرمایا: ''انہیں اشارہ کیا جائے گا: ''تم [پینے کی خاطر] آگے نہیں بڑھو گے؟''

پس انہیں آگ کی طرف اکٹھا کیا جائے گا، جو کہ سراب کی مانند ہو گی، اس کا کچھ حصہ دوسرے حصے کو توڑ رہا ہو گا، پس وہ آگ میں گر جائیں گے۔''[1] الحدیث

اس حدیث شریف میں واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے قول [عزیر......علیہ السلام......اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں]، اور نصرانیوں کے قول [المسیح......علیہ السلام......اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں]۔ دونوں کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ مزید برآں ان دونوں قسم کے جھوٹ کہنے والوں کا بُرا انجام بھی اسی حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے، کہ انہوں نے اہل اسلام کو ان دونوں قسم کے جھوٹوں سے اپنی رحمت سے محفوظ رکھا ہے۔ اللہ کریم اُمت کو باقی تمام اقسام کے جھوٹ سے بھی محفوظ فرما دیں۔ إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُّجِيْب.

۲: خودستائی کی اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت:

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا. اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ كَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾[2]

[کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جو خود ہی اپنی ستائش کرتے ہیں۔ بلکہ [اصل بات تو یہ ہے کہ] اللہ تعالیٰ جسے چاہیں، پاکیزہ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، جزء من رقم الحديث ٣٠٢۔ (١٨٣)، ١/ ١٦٧۔١٦٨.

[2] سورة النساء/ الآيتان ٤٩۔٥٠.

کرتے ہیں، اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے کٹاؤ پر موجود دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ آپ دیکھیے، کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں اور ان کے صریح گناہ کے طور پر یہی بات کافی ہے۔]'

شیخ سید محمد رشید رضا اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ كَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ یعنی اے رسول ﷺ آپ دیکھیے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں، کہ خود ہی اپنی ستائش کر رہے ہیں۔ وہ اپنے زعم میں اللہ تعالیٰ کی مقرب قوم، ان کے بیٹے اور محبوب ہیں اور وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں، کہ وہ ان کے ساتھ ایسا امتیازی معاملہ فرمائیں گے، جو کہ باقی ماندہ مخلوق کے ساتھ ان کے سلوک سے مختلف ہوگا۔ ❶

شیخ سعدی رقم طراز ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾: [آپ دیکھیے کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں] یعنی وہ یہ جھوٹ خود اپنی ستائش کر کے اللہ تعالیٰ پر باندھتے ہیں، کیوں کہ ان کی اس خود ستائشی کے پس پردہ یہ بات ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے، کہ جس طریقے پر وہ ہیں، وہ حق ہے اور جس پر اہل ایمان ہیں، وہ باطل ہے۔ یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے اور حق کو باطل اور باطل کو حق بنا کر حقائق کو یکسر تبدیل کر دینا ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَ كَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾: [اور ان کے صریح گناہ کے طور پر یہی بات کافی ہے] یعنی یہ ظاہر اور کھلا گناہ ہے، جو سخت سزا اور دردناک عذاب کا موجب ہے۔'' ❷

---

❶ ملاحظہ ہو: تفسير المنار ٥/١٥٤؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ١/٥٦١؛ وتفسير القاسمي ٥/٢٣٤-٢٣٥.

❷ تفسير السعدي ص ١٧٠.

۳: اپنی طرف سے حلّت وحرمت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس سنگین جھوٹ کی مذمت بیان فرمائی ہے، ان میں سے دو کے حوالے سے ذیل میں تفصیل ملاحظہ فرمایئے:

ا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ. مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [1]

[اور [دیکھو] ایسا نہ کرو، کہ تمہاری زبانوں پر جو جھوٹی بات آجائے، بے دھڑک نکال دیا کرو اور حکم لگا دو، کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے۔ اس طرح حکم لگانا اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرنا ہے اور (یادرکھو) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازیاں کرتے ہیں، وہ فلاح پانے والے نہیں، [یہ بات] بہت معمولی فائدہ ہے، اور [آخرکار] ان ہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔]

قاضی ابوسعود اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ﴿ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ ﴾ یعنی اپنی زبانوں سے جھوٹ بول کر اور اس کو سننے والے کے لیے مزین اور خوب صورت کر کے حلّت وحرمت کا حکم نہ لگاؤ، ﴿ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ﴾ کیونکہ حلّت وحرمت کا حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جب تم حلّت وحرمت کا حکم اپنی طرف سے لگا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہو، تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف حلت وحرمت کی نسبت ہوتی ہے،

---

[1] سورة النحل / الآيات ١١٦ـ١١٧

حالانکہ انہوں نے ایسی کوئی بات فرمائی نہیں ہوتی۔ [1]

حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے، کہ شرعی دلیل کے بغیر دین میں بدعت جاری کرنے والا بھی اس میں داخل ہے۔ [2]

اسی طرح کتاب و سنت کے خلاف فتویٰ دینے والا بھی اس میں داخل ہے۔ اسی بنا پر امام ابونضرہ فرماتے ہیں: ''سورۃ النحل کی اس آیت کے سننے کے بعد سے لے کر آج تک، میں فتویٰ دینے سے خوف زدہ ہوں۔'' [3]

امام مالک اور بعض دیگر علماء اجتہادی مسائل کے بارے میں اس بات کو ناپسند کرتے تھے، کہ فتویٰ دینے والا کہے: ''یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔''

ان کے نزدیک یہ بات صرف اسی صورت میں کہی جائے، جب پیش آمدہ مسئلہ میں حکم نص سے ثابت ہو۔ اجتہادی مسائل میں مفتی یہ کہے: ''میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔'' اور اسی قسم کے دیگر الفاظ بولے، کیوں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کا خدشہ دور ہوتا ہے۔ [4]

علامہ شوکانی نے امام ابونضرہ کے طرزِ عمل کے متعلق تحریر کیا ہے: ''اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیں۔ انہوں نے درست کہا۔ بلاشبہ یہ آیت اپنے عام الفاظ کے ساتھ ان لوگوں پر بھی چسپاں ہوتی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ٥/١٤٧۔١٤٨؛ نیز ملاحظہ ہو: الکشاف ٢/٤٣٣؛ و تفسیر ابن کثیر ٢/٦٥٠؛ وفتح القدیر ٣/٢٨٧۔٢٨٨؛ و تفسیر التحریر والتنویر ١٤/٣١١. ٣١٢؛ وروح المعاني ١٤/٢٤٧۔٢٤٨؛ ونیل المرام من تفسیر آیات الأحکام ص ٢٩٦.

[2] ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ٢/٦٥٠.

[3] ملاحظہ ہو: الإکلیل في استنباط التنزیل ص ١٦٥؛ وروح المعاني ١٤/٢٤٨؛ وتفسیر القاسمي ١٠/١٧٣.

[4] ملاحظہ ہو: أحکام القرآن لابن العربي ٣/١١٨٣؛ وتفسیر القرطبي ١٠/١٩٦؛ وروح المعاني ١٤/٢٤٨.

کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں، جیسا کہ اپنی رائے کو حدیث پر ترجیح دینے والے یا کتاب و سنت کے علم سے بے بہرہ مقلدین اور لوگ کثرت سے ایسا کر رہے ہیں۔ ❶

ب: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْإِثْمَ وَ الْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ أَنْ تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَّ أَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ❷

[آپ کہہ دیجیے! بے شک میرے رب نے بے حیائی کی باتوں کو حرام ٹھہرایا ہے، ان میں سے جو ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ، گناہ کو، ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ، جس کی انہوں نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے ایسی بات کہو، جس کے لیے تمہارے پاس کوئی علم نہیں۔]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو حرام قرار دیا ہے، کہ ان کے نام سے کوئی بات بلاعلم کہی جائے اور اس میں...... جیسا کہ امام ابن القیم نے بیان کیا ہے...... اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں، ان کی صفات و افعال اور ان کے دین و شریعت میں بلاعلم بات کہنا سب شامل ہیں۔ ❸

سلف میں سے بعض علماء نے فرمایا: ''اس سے بچو، کہ تم میں سے کوئی کہے: ''اس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور اس کو حرام کیا۔'' اور اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرمائیں: ''تم نے جھوٹ بولا، میں نے تو اس کو حلال نہیں کیا اور میں نے تو اس کو حرام قرار نہیں دیا۔'' کسی کے لیے یہ مناسب نہیں، کہ وہ واضح وحی سے کسی چیز کی حلّت و حرمت کے

---

❶ ملاحظہ ہو: فتح القدير ٣/٢٨٩. ❷ سورة الأعراف / الآية ٣٣.

❸ ملاحظہ ہو: إعلام الموقعين ١/٣٨.

بغیر محض تقلید کی بنا پر یا اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے یہ کہے، کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور اس کو حرام کیا ہے۔''[1]

امام ابن القیم اس بارے میں تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''حاصل گفتگو یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء وصفات اور افعال واحکام میں ان کے نام سے بلاعلم بات کرنے کو حرام قرار دیا ہے اور مفتی، تو اللہ عزوجل اور ان کے دین کے بارے میں خبر دیتا ہے، پس اگر اس کی خبر ان کی شریعت کے مطابق نہ ہوئی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے بلاعلم بات کہی، لیکن اگر اس نے حق تک رسائی کے لیے مقدور بھر کوشش کرنے کے بعد غلطی کی، تو اس کے لیے وعید نہیں اور اس کی غلطی کی معافی ہے، اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کا ثواب ہے۔ لیکن اگر کسی نتیجہ تک اس کی رسائی اجتہاد سے ہو، اور اس کے پاس اس بارے میں اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ کی کوئی نص نہ ہو، تو اس کے لیے یہ کہنا جائز نہیں کہ [اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا، یا اس کو واجب فرمایا، یا اس کو جائز قرار دیا ہے، اور بلاشبہ یہ حکم الٰہی ہے۔]''[2]

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ جھوٹ کی بدترین صورت اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی ہے اور اس کی متعدد شکلیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب شکلوں کی سنگینی اور ان کے بُرے انجام کو واضح فرما دیا ہے۔ رب کریم اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اس جھوٹ اور اس کی تمام صورتوں سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھیں۔ آمین یا حي یا قیوم.

---

[1] منقول از: إعلام الموقعین ۱/ ۳۹.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۴۳۔۴۴.

(۲)

نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنا

اللہ تعالیٰ پر افترا کے بعد دوسرے درجے کا بدترین جھوٹ نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا ہے، جو کہ آپ ﷺ نے فرمائی ہو، نہ کی ہو۔ توفیق الٰہی سے اس بارے میں درج ذیل عناوین کے ضمن میں گفتگو کی جائے گی:

ا: نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی حرمت کے دلائل

ب: ایک حدیث میں عمداً جھوٹ بولنے والے کا حکم

ج: ترغیب وترھیب کی خاطر جھوٹی حدیث بنانا

د: جھوٹی حدیث بیان کرنے کے بارے میں حکم

ہ: نبی ﷺ پر جھوٹ کے خدشہ کی بنا پر قلت روایت

و: حدیث شریف میں شبہ کی صورت میں [أَوْ كَمَا قَالَ] کہنا

ز: قیاس سے ثابت شدہ حکم کی نسبت نبی ﷺ کرنے کی حرمت

ح: قاری حدیث کے لیے عربی زبان اور اسماء الرجال سے آگاہی

ا۔ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی حرمت کے دلائل:

متعدد احادیث شریفہ میں نبی کریم ﷺ پر افترا کی مذمت کی گئی ہے، اس کی حرمت کو واضح کیا گیا ہے اور ایسا کرنے والے کے بُرے انجام کو بیان کیا گیا ہے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس سلسلے میں قدرے تفصیل سے گفتگو کی جارہی ہے:

۱: مخلوق کے متعلق سنگین ترین جھوٹ:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

" إِنَّ كِذْبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ. فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. " [1]

''بلاشبہ مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے۔ جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنا لے۔''

شرح حدیث میں علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے: ''یعنی آنحضرت ﷺ پر جھوٹ کی سزا زیادہ سخت ہے، کیوں کہ ایسا کرنے میں جھوٹ بولنے کے بارے میں دیدہ دلیری زیادہ ہے، اور اس کا نقصان بھی زیادہ ہے، کیوں کہ یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ، اپنی طرف سے شریعت سازی یا اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کرنا ہے۔'' [2]

حافظ ابن حجر نے اس جھوٹ کی سنگینی کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے بارے میں سختی کی حکمت واضح ہے، کیوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے باتیں نقل فرماتے ہیں، تو اس طرح آپ ﷺ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے پر درج ذیل آیت میں شدید تنقید کی گئی ہے:

﴿ وَ مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ﴾ [3]

[اور اس سے بڑا ظالم کون ہے، جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا ان کی آیات کو جھٹلائے؟]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر جھوٹ باندھنے والے کو کافر کے ہم پلہ کر دیا ہے۔ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت، جزء من رقم الحديث ١٢٩١، ٣/ ١٦٠؛ وصحيح مسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث ٤ (٤)، ١/ ١٠. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

[2] المفهم ١/ ١١٤.　　[3] سورة الأنعام/ جزء من الآية ٢١.

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ﴾ ❶
[اور روزِ قیامت آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھیں گے، کہ ان کے چہرے سیاہ ہیں]

ان کے علاوہ بھی اس بارے میں متعدد آیات ہیں۔ ❷

۲: بدترین جھوٹوں میں سے ایک:

امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مِنْ أَفْرَى الْفِرَى مَنْ قَالَ عَلَيَّ مَالَمْ أَقُلْ.'' ❸

''سب سے بڑے جھوٹوں میں سے کسی شخص کا میرے بارے میں وہ کہنا ہے، جو میں نے نہ کہا ہو۔''

حافظ ابن حجر نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے، کہ (أَفْرَى الْفِرَى) سے مراد ہے جھوٹوں میں سے سب سے بڑا جھوٹ۔ ابن بطال نے لکھا ہے، کہ (اَلْفِرِيَّة) سے مراد وہ سنگین جھوٹ ہے، جو [سننے والے کو] حیرت زدہ کردے۔ ❹

۳: خوشبوئے جنت سے محرومی:

امام طبرانی نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے

---

❶ سورة الزمر / جزء من الآية ٦٠.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٦ / ٥٤١.

❸ منقول از: مجمع الزوائد و منبع الفوائد، كتاب العلم، باب فيمن كذب على رسول الله ﷺ، ١ / ١٤٤ باختصار. حافظ ہیثمی نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے: ''البزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے روایت کرنے والے صحیح کے روایت کرنے والے ہیں۔'' (المرجع السابق ١ / ١٤٤).

❹ ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٢ / ٤٣٠۔

بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' مَنْ كَذَبَ عَلَى نَبِيِّهِ أَوْ عَلَى عَيْنَيْهِ أَوْ عَلَى وَالِدَيْهِ لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ. '' [1]

''جس شخص نے اپنے نبی ـ ﷺ ـ پر یا اپنی دونوں آنکھوں پر [2] یا اپنے والدین پر [3] جھوٹ بولا، وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھے گا۔''

مذکورہ بالا تین اقسام کے جھوٹ بولنے والے کی محرومی اور بدنصیبی کس قدر سنگین ہوگی، کہ جس جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے، وہ اس کو بھی نہ پاسکیں گے۔ اے اللہ کریم! ہمیں ایسے بدنصیب لوگوں میں شامل نہ فرمانا۔ آمین یا حي یا قیوم.

علامہ ڈیانوی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے، کہ اس حدیث شریف سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے، کہ جنت ایسے لوگوں پر حرام ہے، کیوں کہ جو شخص جنت کی خوشبو تک سے محروم رہے گا، وہ جنت میں کیوں کر داخل ہوسکتا ہے؟ اور اس سے مراد ابتدائی طور پر جنت سے محروم ہونا ہے، پھر ان کا معاملہ شرک کے علاوہ، دیگر گناہوں کا ارتکاب کرنے والے لوگوں کی طرح، اللہ تعالیٰ کی مشیئت پر منحصر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم [4]

---

[1] منقول از: مجمع الزوائد و منبع الفوائد، کتاب العلم، باب فیمن کذب علی رسول اللہ ﷺ ۱ / ۱۴۸. حافظ ہیثمی نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے: ''اس کو طبرانی نے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد [اسناد حسن] ہے۔'' (المرجع السابق ۱ / ۱۴۸).

[2] آنکھوں پر جھوٹ بولنے سے مراد یہ ہے، کہ ایسا خواب بیان کرنا، جو کہ دیکھا نہ ہو۔

[3] والدین پر جھوٹ بولنے سے مراد یہ ہے، کہ اپنی نسبت اپنے حقیقی والدین کی بجائے، کسی اور کی طرف کرے۔

[4] ملاحظہ ہو: عون المعبود ۱۰ / ۷۰.

۴: جہنم میں داخلہ:

اس پر دلالت کناں احادیث میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ فرماتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ."[1]

"مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، کیوں کہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا، سو وہ [جہنم کی] آگ میں داخل ہو جائے گا۔"

امام مسلم کی روایت میں ہے:

"فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ."[2]

"پس بلاشبہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے، وہ [جہنم کی] آگ میں داخل ہوگا۔"

اور سنن ابن ماجہ میں ہے:

"اَلْكَذِبُ عَلَيَّ يُوْلِجُ النَّارَ."[3]

"مجھ پر جھوٹ [دوزخ کی] آگ میں داخل کرے گا۔"

امام بخاری نے مذکورہ بالا حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ إِثْمِ مَنْ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ][4]

[نبی ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے شخص کے گناہ کے متعلق باب]

امام نووی نے صحیح مسلم کی روایت پر درج ذیل عنوان باندھا ہے:

---

[1] متفق علیه: صحیح البخاري، کتاب العلم، رقم الحدیث ۱۰۶، ۱/۱۹۹؛ وصحیح مسلم، المقدمة، رقم الحدیث ۱ (۱)، ۱/۹ الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

[2] صحیح مسلم، المقدمة، رقم الحدیث ۱ (۱)، ۱/۹.

[3] سنن ابن ماجه، المقدمة، رقم الحدیث ۲۶، ۱/۹.

[4] صحیح البخاري، کتاب العلم، ۱/۱۹۹.

[بَابُ تَغْلِيظِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ] ❶

[رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے بارے میں سختی کے متعلق باب]

اور امام ابن ماجہ نے بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

[بَابُ التَّغْلِيظِ فِي تَعَمُّدِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ] ❷

[رسول اللہ ﷺ پر عمداً جھوٹ باندھنے کے بارے میں سختی کے متعلق باب]

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. " ❸

''جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولے، پس وہ اپنا ٹھکانا [دوزخ کی] آگ سے بنالے۔''

علامہ قرطبی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: (فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) میں صیغہ امر ہے اور اس سے مراد تہدید اور وعید ہے۔ اس کے معنی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے، کہ ایسے شخص کے لیے آنحضرت ﷺ کی بددعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ بنا دے۔ اس کے معنی کے بارے میں ایک قول یہ [بھی] ہے کہ اس کو جہنم کی آگ میں عذاب دیا جائے گا۔ ❹

---

❶ صحيح مسلم، المقدمة، ١/ ٩.

❷ سنن ابن ماجه، المقدمة، ١/ ٩.

❸ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، رقم الحديث ١١٠، ١/ ٢٠٢؛ وصحيح مسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، رقم الحديث ٣(٣)، ١/ ١٠.

❹ ملاحظہ ہو: المفهم ١/ ١١٤؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ١/ ٢٠٠.

امام ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

[ذِكْرُ إِيْجَابِ دُخُوْلِ النَّارِ لِمَنْ نَسَبَ الشَّيْءَ إِلَى الْمُصْطَفَى ﷺ، وَهُوَ غَيْرُ عَالِمٍ بِصِحَّتِهِ] ❶

[مصطفیٰ ﷺ کی طرف بلاثبوت بات منسوب کرنے والے پر دوزخ کی آگ میں داخل ہونے کے واجب ہونے کا ذکر۔]

اس حدیث کے متعلق علمائے اُمت کے اقوال:

۱: حافظ ابن جوزی نے امام ابوبکر اسفرائینی سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا: ''دنیا میں [مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا] کے سوا کوئی اور حدیث ایسی نہیں، جس کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو۔'' ❷

۲: حافظ ابن جوزی نے بیان کیا ہے، کہ اس حدیث کو اکسٹھ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے۔ ❸

۳: حافظ منذری نے تحریر کیا ہے، کہ اس حدیث کو متعدد صحابہ کے حوالے سے کتب صحاح، سنن اور مسانید میں روایت کیا گیا ہے، یہاں تک کہ یہ متواتر کے درجے کو پہنچ چکی ہے۔ ❹

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب المقدسه، باب الاعتصام بالسنة، ۱/ ۲۱۰.

❷ ملاحظہ ہو: الموضوعات ۱/ ۶۴.

❸ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۵۶. علاوہ ازیں حافظ ابن جوزی نے ان حضرات صحابہ کی روایت کردہ احادیث کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۵۶-۹۲)؛ نیز ملاحظہ ہو: تحذير الخواص من أكاذيب القصاص للإمام السيوطي ص ۷۵-۱۱۹؛ والموضوعات الكبرى للملا علي القاري، ص ۱۲-۲۸.

❹ ملاحظہ ہو: الترغيب والترهيب ۱/ ۱۱۱؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱/ ۲۰۳-۲۰۴، والموضوعات الكبرى ص ۱۲.

ب۔ایک حدیث میں عمداً جھوٹ بولنے والے کا حکم:

امام نووی نے بیان کیا ہے، کہ جس شخص نے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ پر عمداً جھوٹ باندھا، اس کی تمام روایات کو مسترد کر دیا جائے گا اور وہ بطورِ دلیل پیش کرنے کے قابل نہ رہیں گی۔

پھر اگر وہ توبہ کرے، اور اپنی توبہ میں سچا ہو، تو بھی علماء کے ایک گروہ کی رائے میں اس کی توبہ اس بارے میں اثر انداز نہ ہوگی اور اس کی روایت کبھی بھی قبول نہیں کی جائے گی، بلکہ وہ ہمیشہ کے لیے ناقابل اعتبار رہے گا۔ علماء کے اسی گروہ میں احمد بن حنبل، ابو بکر الحمیدی جو کہ بخاری کے استاد اور شافعی کے شاگرد ہیں، اور ابو بکر صیرفی وغیرہ علماء شامل ہیں۔ [1]

امام نووی کی رائے میں راجح بات یہ ہے، کہ اگر اس کی توبہ میں شروطِ توبہ موجود ہوں: گناہ سے باز آ جانا، اپنے کیے پر نادم ہونا، آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ، تو اس کی توبہ معتبر ہوگی اور آئندہ اس کی روایات کو قبول کیا جائے گا۔ [2]

ج۔ترغیب وترہیب کی غرض سے جھوٹی حدیث بنانا:

اس بارے میں دو دلائل:

بعض لوگ ترغیب وترہیب کی خاطر نبی کریم ﷺ پر جھوٹ بولنے کو جائز سمجھتے ہیں اور اس سلسلے میں کچھ دلائل پیش کرتے ہیں، جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: ان لوگوں کی پہلی دلیل یہ ہے، کہ احادیث شریفہ میں نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، لیکن ہم تو آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھتے،

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/۶۹. [2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۷۰.

بلکہ ہم تو آپ ﷺ کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں، کیوں کہ ہمارا مقصد تو شریعت کی تائید ونصرت ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں، کہ لوگ خیر کی طرف راغب ہوجائیں اور شر سے دور ہوجائیں۔

۲: ان کی دوسری دلیل یہ ہے، کہ احادیث شریفہ میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں اس جھوٹ کے بولنے سے روکا گیا ہے، جس کا مقصد لوگوں کو گم راہ کرنا ہو، اور ہم تو لوگوں کو راہِ حق کی طرف لانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ امام بزار کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں، کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مَنْ کَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا لِیُضِلَّ بِهِ النَّاسَ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.'' [1]

''جس شخص نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا، تاکہ وہ اس کے ساتھ لوگوں کو گم راہ کرے، تو اس کو چاہیے کہ [دوزخ کی] آگ سے اپنا ٹھکانا بنالے۔''

دونوں دلائل کی حقیقت:

مذکورہ بالا دونوں دلائل کی حقیقت توفیقِ الٰہی سے درج ذیل گفتگو سے واضح ہو جائے گی:

ا: نبی کریم ﷺ پر ہر قسم کے جھوٹ بولنے کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں ہر قسم کے جھوٹ بولنے کی بلا استثنا ممانعت فرمائی ہے، اسی بارے میں حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے: ''لَا تَکْذِبُوْا عَلَيَّ'' یہ ہر

[1] منقول از: مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فیمن کذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم، ۱/ ۱۴۴.

جھوٹ بولنے والے اور ہر قسم کے جھوٹ کے متعلق ہے۔ اور اس کا معنی ہے: ''میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو۔'' اور آپ ﷺ کے فرمان [میرے اوپر جھوٹ نہ باندھو] سے مفہوم [مخالف] کا جواز مراد نہیں، کیوں کہ آپ ﷺ کے ہر قسم کے جھوٹ سے منع کرنے کے بعد اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، کہ آپ ﷺ کی خاطر جھوٹ بولا جائے۔'' [1]

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ پر ہر قسم کا جھوٹ حرام ہونے میں ایک پہلو یہ بھی ہے، کہ جھوٹ کا تعلق خواہ حلال و حرام سے ہو یا فضائل اعمال سے، وہ قطعی طور پر حرام ہے۔ اس سلسلے میں امام نووی نے تحریر کیا ہے: ''آنحضرت ﷺ پر جھوٹ بولنے کی حرمت کے بارے میں احکام اور غیر احکام جیسے ترغیب و ترہیب اور وعظ و نصیحت سب یکساں ہیں، تمام معتبر اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے، کہ آنحضرت ﷺ پر کسی بھی بات کے بارے میں جھوٹ بولنا بہت بڑے گناہوں اور سنگین ترین برائیوں میں سے ایک گناہ اور برائی ہے، البتہ بدعتی گروہ کرامیہ [2] نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ ان کا باطل گمان ہے، کہ ترغیب و ترہیب کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے، بہت سے جاہل اور بزعم خود پرہیز گاروں یا جنہیں ان ایسے جاہل لوگ پرہیز گار سمجھتے ہیں، نے کرامیہ کے موقف کی پیروی کی ہے۔'' [3]

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزید لکھا ہے: ''ان میں سے کچھ لوگوں کا خیال ہے، کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خاطر جھوٹ ہے، آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں۔ ان کی اس من گھڑت بات اور بے تکے استدلال میں جہالت و غفلت کی انتہا ہے اور قواعد شریعت سے ان کی ناواقفیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ انہوں نے اپنی اس

---

[1] فتح الباري ۱۹۹/۱.   [2] (کرامیہ): محمد بن کرّام سجستانی کی طرف منسوب ایک بدعتی فرقہ (ملاحظہ ہو: تدریب الراوی ۲۸۳/۱).   [3] شرح النووي ۷۰/۱.

بات میں اپنی گھٹیا عقلوں اور فاسد ذہنوں کے ساتھ کتنی ہی غلط باتوں کو جمع کر دیا ہے۔

انہوں نے اس ارشادِ الٰہی کی یکسر مخالفت کی ہے، کہ:

﴿ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ﴾ ❶

[جس بات کی آپ کو خبر ہی نہ ہو، اس کا پیچھا نہ کیجیے۔ بلاشبہ کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔]

انہوں نے جھوٹی گواہی کی سنگینی کے بارے میں واضح احادیث متواترہ اور صحیح احادیث مشہورہ کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے اہل حل وعقد کے اجماع اور دیگر قطعی دلائل کی بھی مخالفت کی ہے، جن کے مطابق عام لوگوں پر جھوٹ باندھنا حرام ہے، تو پھر آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا کیسا ہوگا، کہ ان کا فرمان تو شریعت ہے، اور ان کا کلام وحی [سے ہوتا] ہے؟ جب ان کی بات میں غور کیا جائے، تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى . إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ ❷

[وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، وہ تو صرف وحی ہے، جو اُتاری جاتی ہے۔]

ان لوگوں کی سب سے حیران کن بات، ان کا یہ کہنا ہے: ''ہمارا آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنا، آپ ﷺ کی خاطر ہے۔''

ان کا ایسا کہنا عربی زبان اور شریعت کے خطاب سے ناواقفیت کی بنا پر ہے، کیوں کہ ان کا یہ سب کچھ کہنا، آنحضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ ❸

---

❶ سورة الإسراء/ الآية ٣٦. ❷ سورة النجم/ الآيتان ٣-٤.

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ١/ ٧٠-٧١۔ نیز ملاحظہ ہو: المفهم ١/ ١١٤-١١٥.

اسی بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: بعض جاہل لوگوں نے خودفریبی کے سبب ترغیب اور ترہیب کی خاطر جھوٹی حدیثیں وضع کیں، اور بطورِ دلیل کہا: ''ہم نے آپ ﷺ پر جھوٹ نہیں باندھا۔ ہم نے تو شریعت کی تائید کی غرض سے ایسا کیا ہے۔'' انہوں نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا، کہ نبی ﷺ کے ذمہ وہ بات لگانی، جو آپ ﷺ نے فرمائی نہ ہو، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے، کیوں کہ یہ تو ایک شرعی حکم کا ثابت کرنا ہے، خواہ اس کا تعلق واجب سے ہو، یا مندوب سے، یا حرام اور مکروہ سے۔

اُمت کے اس متفقہ موقف کی کرامیہ کی جانب سے مخالفت کی کوئی حیثیت نہیں، جنہوں نے قرآن وسنت میں ثابت شدہ باتوں میں ترغیب وترہیب کی خاطر جھوٹ جوڑنے کو جائز قرار دیا ہے، اور جواز کے لیے دلیل یہ پکڑی ہے، کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خاطر جھوٹ ہے، آپ پر جھوٹ نہیں۔ درحقیقت یہ عربی زبان سے جہالت [کا منہ بولتا ثبوت] ہے۔ (1)

۲: اِضافہ حدیث [لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ] (2) کا عدمِ ثبوت:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کردہ الفاظ [لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ] [تاکہ وہ اس کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کرے] ثابت نہیں۔ متعدد محدثین نے اس بات کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں تین محدثین کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

ا: علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے: یہ [الفاظ زائدہ] اعمش سے نقل کیے گئے ہیں، اور اس سے ان کا منقول ہونا درست نہیں۔ ان کی شہرت کے باوجود ناقلین حدیث کے ہاں یہ [الفاظ] معروف نہیں۔ ابوعبداللہ الحاکم، جو کہ ابن البیّع سے معروف ہیں، نے کثیر طرق کے ساتھ نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: ''یہ سب

---

(1) ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱/۱۹۹-۲۰۰.

(2) یعنی [تاکہ وہ اس کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کرے]

بودے ہیں، ان میں کچھ بھی ثابت نہیں۔ ❶

ب: امام نووی نے قلم بند کیا ہے: ''بلاشبہ [لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ] کے زائد الفاظ باطل ہیں، ان کے بطلان پر حفاظ [حدیث] کا اتفاق ہے اور یقیناً یہ کسی بھی صورت میں ثابت نہیں۔'' ❷

ج: حافظ ابن حجر نے لکھا ہے: ''بعض لوگوں نے بعض طریقوں سے منقولہ غیر ثابت شدہ الفاظ زائدہ سے دلیل پکڑی ہے، جن کو بزار نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں روایت کیا ہے۔'' ❸

تنبیہ:

حافظ ابن جوزی نے مذکورہ بالا روایت کے علاوہ دیگر پانچ ایسی روایات ذکر کی ہیں، جن سے ان لوگوں نے یہ دلیل پکڑی ہے، کہ آنحضرت ﷺ پر صرف وہی جھوٹ باندھنا ممنوع ہے، جس کا مقصد لوگوں کو گم راہ کرنا ہو۔ پھر ان کے متعلق تحریر کیا ہے: ''یہ ساری احادیث ثابت نہیں۔'' ❹

اس کے بعد حافظ ابن جوزی نے ان احادیث کے غیر ثابت شدہ ہونے کے بارے میں ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔ ❺

۳: زائد الفاظ کا مقصود:

مذکورہ بالا زائد الفاظ حدیث سے ثابت نہیں۔ اور اگر بفرض محال یہ الفاظ ثابت بھی ہوں، تو ان سے مراد وہ نہیں، جو ان لوگوں نے بیان کیا ہے۔ محدثین کرام کے بیان کردہ معانی کے مطابق ان الفاظ زائدہ سے آنحضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنے پر

---

❶ ملاحظہ ہو: المفهم ۱/ ۱۱۵.
❷ شرح النووي ۱/ ۷۱.
❸ فتح الباري ۱/ ۲۰۰.
❹ ملاحظہ ہو: الموضوعات ۱/ ۹۷.
❺ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/ ۹۷-۹۸.

استدلال کرنا درست نہیں۔ ذیل میں توفیق الٰہی سے ائمہ محدثین کے بیان کردہ معانی سے تین پیش کیے جا رہے ہیں:

ا۔ ان الفاظ کا تاکید کے لیے ہونا:

علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے: اگر یہ [الفاظ] ثابت بھی ہوں، تو تاکید کے لیے ہوں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہے:

﴿ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ ❶

[تو اس سے بڑا ظالم کون ہوگا، جو بلا دلیل اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھے، تاکہ لوگوں کو گم راہ کرے۔]

اور امام طحاوی نے بیان کیا ہے، کہ اللہ تعالیٰ پر ہر صورت میں جھوٹی تہمت باندھنا حرام ہے، خواہ اس کا مقصود کسی کو گم راہ کرنا ہو، یا نہ ہو۔ ❷

ب۔ ان کا انجام کے بیان کی خاطر ہونا:

امام نووی نے تحریر کیا ہے: بلاشبہ [لِيُضِلَّ] میں [لام] بیان علّت کی غرض سے نہیں، بلکہ عاقبت اور انجام کے بیان کرنے کے لیے ہے، اور [آیت کریمہ] کا معنی یہ ہے، کہ اس کے جھوٹ کا نتیجہ دوسرے لوگوں کو گم راہ کرنا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

﴿ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ﴾ ❸

[سو فرعون کے لوگوں نے اس [بچے] کو اُٹھا لیا، کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہو اور ان کے لیے باعث رنج بنے۔]

---

❶ سورة الأنعام/الآية ١٤٤.

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ١/ ١١٥؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ١/ ٧١.

❸ سورة القصص/ جزء من الآية ٨.

قرآن کریم اور کلام عرب میں اس کی مثالیں لاتعداد ہیں۔ ❶

ج۔ ان کے ساتھ جھوٹ کی بعض صورتوں کا بیان:

حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے: ''ان الفاظ زائدہ کا مقصود آنحضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنے والے لوگوں میں سے بعض لوگوں کا ذکر کرنا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ:

﴿ لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا أَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ﴾ ❷

[اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ۔]

اور آیت کریمہ:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ﴾ ❸

[اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب سے قتل نہ کرو۔]

میں اولاد کے قتل اور بڑھا چڑھا کر سود کھانے سے خصوصی طور پر منع کیا گیا ہے، اور اس کا مقصد یہ نہیں، کہ اولاد کے علاوہ دیگر لوگوں کا قتل اور بڑھانے چڑھانے کے بغیر سود کھانا درست ہے۔ اسی طرح لوگوں کو گم راہ کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے خصوصی طور پر منع کرنے سے مقصود یہ نہیں، کہ کسی اور غرض سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا جائز ہے۔ ❹

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ نبی کریم ﷺ پر کسی بھی صورت میں جھوٹ باندھنا جائز نہیں۔ اس کے جواز کی خاطر بعض لوگوں نے جو دلائل پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ امام نووی لکھتے ہیں: خلاصہ کلام یہ ہے، کہ ان کا موقف اس قدر کمزور ہے، کہ اس کے رد کی طرف توجہ دینے کی بھی ضرورت نہیں، اور وہ عقل وفکر سے اس

---

❶ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/ ۷۱.
❷ سورة آل عمران/ جزء من الآية ۱۳۰.
❸ سورة الأنعام/ جزء من الآية ۱۵۱.
❹ ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱/ ۲۰۰.

قدر دُور ہے، کہ تردید کا اہتمام کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، اور اس قدر خراب ہے، کہ اس کی خرابی کو واضح کرنے کی بھی کوئی حاجت نہیں۔ [1] واللہ تعالیٰ اُعلم

شاید اس موضوع کے اختتام سے پیشتر اس بارے میں علامہ غزالی کا ایک اقتباس پیش کرنا مناسب ہو۔ انہوں نے تحریر کیا ہے: ''گمان کرنے والے نے یہ گمان کیا ہے، کہ فضائل اعمال اور نافرمانیوں کے بارے میں شدت کی غرض سے جھوٹی حدیثیں جوڑنا درست ہے۔ ان کا خیال ہے، کہ اس کام کے پس منظر میں نیت درست ہے۔ ان کا یہ گمان کلی طور پر غلط ہے، کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.''

[جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے، اس کو چاہیے، کہ اپنا ٹھکانہ [دوزخ کی] آگ میں بنالے۔]

ایسا کام تو صرف مجبوری ہی کی صورت میں کیا جا سکتا ہے اور ایسی کوئی مجبوری نہیں، کیوں کہ اس بارے میں سچ اس قدر وافر مقدار میں موجود ہے، کہ جھوٹ کی ضرورت ہی نہیں۔ ثابت شدہ آیات واحادیث جھوٹی روایات سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔

پھر علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی ایک شبہ پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''کسی کہنے والے کا یہ کہنا، کہ ان [ثابت شدہ آیات واحادیث] کے بار بار سننے کی بنا پر، ان کا اثر ختم ہو چکا ہے، اور نئی باتوں کا اثر بہت زیادہ ہوتا ہے۔''

پھر خود ہی اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ بے وقوفی ہے۔ یہ کوئی ایسا سبب نہیں، کہ اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی ممانعت کو توڑا جائے۔ اس سے تو ایسی باتوں کا دروازہ کھل جاتا ہے، جو شریعت کو بازیچہ اطفال بنا دیں گی۔ خیر کی یہ توقع رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کے شر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

[1] ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/۷۱.

ان پر جھوٹ ایسے کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کہ کوئی چیز بھی اس کا توڑ نہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے معافی کی التجا کرتے ہیں۔'' ❶

د۔ جھوٹی حدیث روایت کرنے کا حکم:

کسی حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہونے یا اس کے موضوع ہونے کے متعلق ظن غالب کے بعد، اس کا روایت کرنا حرام ہے۔ اس بات پر امام مسلم کی حضرت سمرہ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ ان دونوں نے بیان کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيْثٍ❷ يُرٰى❸ أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ." ❹

[جس نے مجھ سے کوئی ایسی حدیث روایت کی، کہ وہ جانتا ہے [یا گمان کرتا ہے]، کہ وہ جھوٹ ہے، تو وہ جھوٹ بولنے [یا دو جھوٹ بولنے] والوں میں سے ایک ہے۔]

شرح حدیث میں علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے: ''آنحضرت ﷺ کا فرمان: "فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ" میں [باء] کے کسرہ کے ساتھ ہے یعنی صیغہ جمع ہے اور معنی یہ ہے، کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

---

❶ إحياء علوم الدين ۳/۱۳۹.

❷ (بحديث): یعنی اگر ایک حدیث ہی ہو۔ (ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ۱/۴۴۹).

❸ (يُرى): [ياء] کے ضمہ کے ساتھ معنی گمان کرنے کا، اور [ياء] کے زبر کے ساتھ معنی علم ہونے اور جاننے کا ہے، اور دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱/۴۴۹).

❹ ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، المقدمه، باب وجوب الرواية عن الثقات وترك الكذابين و التحذير من الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، ۱/۹.

﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ ﴾ ❶

[اور روزِ قیامت آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔]

اور ہم نے اس کو [باء] کی زبر کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اور اس طرح یہ صیغہ تثنیہ کے لیے ہوگا، اور معنی یہ ہوگا، کہ اس کے بارے میں جھوٹ ہونے کا ظن یا علم رکھنے والے دونوں اشخاص: ایک بیان کرنے والا اور دوسرا سننے والا، جھوٹ بولنے والے ہوں گے۔ ایک جھوٹ بیان کرنے کی بنا پر، اور دوسرا جھوٹ کا علم یا غالب ظن ہونے کے باوجود اسے لینے کی بنا پر۔ ❷

علامہ قرطبی نے مزید لکھا ہے: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ کوئی شخص بھی رسول اللہ ﷺ سے حدیث کو اس کے سچ ہونے کے علم یا ظن غالب حاصل ہونے کے بغیر روایت نہ کرے، البتہ اگر مقصود اس حدیث کے جھوٹ کا بیان ہو، تو اس پر یہ حدیث چسپاں نہ ہوں گی۔ ❸

امام نووی تحریر کرتے ہیں: اس حدیث کی فقہ ظاہر ہے۔ اس میں دروغ گوئی اور اس کو نقل کرنے کے بارے میں سختی کی گئی ہے۔ جو شخص کسی ایسی بات کو روایت کرے، جس کے جھوٹ ہونے کے بارے میں اس کا ظن غالب ہو، تو وہ خود بھی جھوٹا ہوگا۔ وہ جھوٹا کیوں کر نہ ہوگا، جب کہ وہ ایسی بات ہونے کی خبر دے رہا ہے، جو سرے سے موجود ہی نہ تھی۔ ❹

علاوہ ازیں امام مسلم نے اپنی کتاب [الصحیح] کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے:

❶ سورة الزمر / جزء من الآية ٦٠.

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ١/ ١١٢؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ٢/ ٦٦٠.

❸ ملاحظہ ہو: المفهم ١/ ١١٢. ❹ ملاحظہ ہو: شرح النووي ١/ ٦٥.

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق سے نوازے! اس بات کو سمجھ لیجیے، کہ صحیح اور ضعیف روایات میں، اور ثقہ راویان اور متہم راویوں میں فرق کو پہچاننے والے ہر شخص پر لازم ہے، کہ وہ صرف ایسی احادیث ہی روایت کرے، جن کے ثبوت کا اس کو علم ہو اور اس کے راویان کے بارے میں کوئی قابل اعتراض بات اس نے نہ سنی ہو، اور وہ تہمت زدہ اور بدعتیوں میں سے ہٹ دھرم راویوں سے روایت کرنے میں گریز کرے۔ [1]

امام نووی نے اس بارے میں لکھا ہے: موضوع حدیث کا علم رکھنے یا اس کے بارے میں موضوع ہونے کا ظن غالب رکھنے والے شخص پر اس کا روایت کرنا حرام ہے۔ ایسا شخص حدیث شریف میں بیان کردہ وعید کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے والوں میں شامل ہے۔ اس پر حدیث سابق بھی دلالت کرتی ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بِحَدِيثٍ يُرٰى أَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ أَحَدُالْكَاذِبِيْنَ."

[جس شخص نے مجھ سے ایسی حدیث بیان کی، کہ وہ سمجھتا ہے، کہ وہ جھوٹ ہے، تو وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے۔] [2]

ہ۔ آنحضرت ﷺ پر جھوٹ کے خدشہ کے پیش نظر قلتِ روایت:

بعض حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مذکورہ بالا احادیث کی بنا پر اس قدر ڈر گئے، کہ وہ احادیث کے خود سننے اور جاننے کے باوجود، بہت کم حدیث بیان کرتے تھے۔ اس بارے میں تین مثالیں توفیقِ الٰہی سے ذیل میں پیش کی جارہی ہیں:

۱: امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: "میں نے زبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: "میں آپ کو رسول اللہ ﷺ سے اس طرح حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنتا، جس طرح کہ فلاں فلاں

---

[1] ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، المقدمة، ۱/ ۸. [2] ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/ ۷۱.

شخص حدیث بیان کرتے ہیں۔''

انہوں نے جواب دیا: سنو! میں بلاشبہ ان سے دور نہ رہا، لیکن میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا: ''جس شخص نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا، اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا [دوزخ کی] آگ بنالے۔'' ❶

ایک دوسری روایت میں ہے، کہ انہوں نے فرمایا: ''اے میرے چھوٹے بیٹے! تم اس قرابت اور رشتہ داری سے آگاہ ہو، جو میرے اور آپ ﷺ کے درمیان تھی۔ ان کی پھوپھی میری والدہ تھیں، ان کی اہلیہ خدیجہ رضی اللہ عنہا میری پھوپھی تھیں۔ ان کی والدہ آمنہ، وہب کی بیٹی اور میری دادی ہالہ، وہیب کی بیٹی تھیں اور وہب اور وہیب دونوں بھائی بھائی تھے اور ان کے والد عبد مناف تھے۔ میری زوجہ، جو تمہاری والدہ ہیں، ان کی ہمشیرہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے ہاں تھیں، لیکن میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے قصداً مجھ پر.........الحدیث۔ ❷

۲: امام ابن ماجہ اور امام دارمی نے عمرو بن میمون سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں جمعرات کی شام ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضری نہ چھوڑتا، لیکن میں نے انہیں کبھی کسی چیز کے بارے میں یہ کہتے ہوئے نہ سنا: رسول اللہ ﷺ نے [اس کے بارے میں] فرمایا۔''

ایک شام انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا''، تو [ساتھ ہی] انہوں نے اپنا سر جھکا لیا، میں نے ان کی طرف نگاہ اُٹھائی، تو [دیکھا کہ] وہ بٹن کھولے کھڑے تھے، ان کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور ان کی رگیں پھولی ہوئی تھیں۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من کذب علی النبي صلی الله علیه وسلم، رقم الحدیث ۱۰۷، ۱/ ۲۰۰.

❷ منقول از: فتح الباري ۱/ ۲۰۰.

پھر انہوں نے فرمایا: ''یا [آپ ﷺ نے] اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ، یا اس کے قریب قریب یا اس سے ملتی جلتی بات فرمائی۔'' ❶

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ ساری صورتِ حال صرف اسی خوف کی بنا پر تھی، کہ کہیں ان سے حدیث کے بیان کرنے میں نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی سنگین غلطی سرزد نہ ہو جائے۔

۳: امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا: ''بلاشبہ مجھے آپ لوگوں کے روبرو زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے نبی کریم ﷺ کا فرمان:

''جس شخص نے قصداً مجھ پر جھوٹ باندھا، تو اس کو چاہیے کہ وہ [دوزخ کی] آگ میں اپنا گھر بنالے۔''

روک رہا ہے۔'' ❷

---

❶ سنن ابن ماجه ، المقدمة، التوقي في الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، رقم الحديث ۱۸، ۱/۸؛ وسنن الدارمي،باب من هاب الفتيا مخافة السقط ، رقم الحديث ۲۷٦، ۱/۷۲. الفاظ حدیث سنن ابن ماجہ کے ہیں۔ حافظ بوصیری نے اس کے متعلق تحریر کیا ہے: ''یہ اسناد صحیح ہے، بخاری اور مسلم کے ہاں اس کے تمام راویان قابل احتجاج ہیں۔'' (مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه ۱/ ٤٦)؛ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح ابن ماجه ۱/ ۱۰)؛ نیز ملاحظہ ہو: تخريج الدكتور بشار لسنن ابن ماجه ۱/ ۵۹؛ وإنجاز الحاجة للشيخ جانباز ۱/ ۲۸۹ـ ۲۱۰.

❷ صحيح البخاری، كتاب العلم ، باب إثم من كذب على النبي صلى الله عليه وسلم ،رقم الحديث ۱۰۸، ۱/ ۲۰۱.

تنبیہ: اس بارے میں مزید مثالوں کے لیے ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجه ، المقدمة، باب التوقي في الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ۱/ ۸ـ۹؛ وسنن الدارمي، باب من هاب الفتيا مخافة السقط ، ۱/ ۷۱ـ۷۵؛ والموضوعات للحافظ ابن الجوزي ۱/ ۹۲ـ۹٤؛ وتحذير الخواص للعلامة السيوطي، الفصل الثالث في توقي الصحابة والتابعين كثرة الحديث مخافة من النسيان والدخول في حديث الوعيد ، ص ۱٤۹ـ ۱٦۱.

و۔ الفاظ حدیث میں اشتباہ کی صورت میں [أَوْ كَمَا قَالَ] ❶ کہنا:

علمائے کرام نے بیان کیا ہے: ''جب حدیث کے راوی یا قاری کو اس کے کسی لفظ کے بارے میں اشتباہ کی بنا پر شک ہو، تو اس کو چاہیے، کہ حدیث ذکر کرنے کے بعد [أَوْ كَمَا قَالَ] کہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔'' ❷

ز۔ قیاس سے ثابت حکم کی آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت:

علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے: بعض فقہائے عراق قیاس سے ثابت شدہ احکام کی نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت کو جائز قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں کہتے ہیں: [رسول اللہ ﷺ نے یوں یوں فرمایا] اسی بنا پر آپ ان کی کتابوں کو ایسی مرفوع احادیث سے بھری ہوئی دیکھتے ہیں، کہ ان کے متون ہی ان کے جھوٹ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ ان کی عبارات فقہاء کے فتاویٰ سے مشابہت رکھتی ہیں، نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت سے ان کا کوئی میل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں وہ نہ تو خود ان کی کوئی صحیح سند ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی علمائے حدیث سے ان کی کوئی سند نقل کرتے ہیں۔

یہ لوگ اس قطعی ممانعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور حدیث میں بیان کردہ مذمت اور وعید ان پر چسپاں ہوتی ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کفر ہے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا تعلق ہے، اگر جھوٹ بولنے والا اس کو جائز سمجھے، تو وہ کافر ہوتا ہے، اور اگر وہ اس کو روا نہ سمجھتے ہوئے، جھوٹ باندھے، تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، [لیکن] کیا وہ کافر ہے یا نہیں؟ اس بارے میں [علماء کا] اختلاف ہے۔ ❸

---

❶ یعنی [یا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔]

❷ شرح النووي ۷۲/۱۔ ❸ ملاحظہ ہو: المفہم ۱۱۵/۱۔

ح۔ قاری حدیث کے لیے عربی زبان اور اسمائے رجال سے آگاہی:

امام نووی نے تحریر کیا ہے: ''علماء نے فرمایا ہے: قاری حدیث کو چاہیے، کہ وہ عربی زبان کے قواعد، عربی زبان اور راویوں کے ناموں سے اتنی آگاہی حاصل کرلے، کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں ایسی بات کہنے سے محفوظ ہو جائے، جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔'' ❶

(۳)

جھوٹا خواب

جھوٹ کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ کوئی شخص ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے، جو اس نے دیکھا نہ ہو۔ علامہ غزالی نے تحریر کیا ہے: ''بسا اوقات خواب کے بیان کرنے میں جھوٹ بولا جاتا ہے، اور اس کا گناہ سنگین ہے۔'' ❷

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس جھوٹ کی سنگینی اور اس کے شدید عذاب سے اُمت کو آگاہ فرمایا ہے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں اس بارے میں تفصیل پیش کی جارہی ہے:

ا: بڑے جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ:

امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إِنَّ مِنْ أَفْرَى الْفِرَى ❸ أَنْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَالَمْ تَرَ.'' ❹

---

❶ شرح النووي ١/ ١٧١.   ❷ إحياء علوم الدين ٣/ ١٤١.

❸ (من أفرى الفرى): الفِرى: فِرْية کی جمع ہے اور اس سے مراد ایسا بڑا جھوٹ ہے، کہ سننے والا حیران و ششدر رہ جائے اور (أَفْرَى الفِرَى) سے مراد سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ (ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٢٤/ ١٦٨).

❹ صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب من كذب في حلمه، رقم الحديث ٧٠٤٣، ١٢/ ٤٢٧.

''بڑے جھوٹوں میں سے یہ ہے، کہ اپنی آنکھ کو وہ دکھائے، [1] جو اس نے دیکھا نہ ہو۔''

ب۔ دائمی عذاب کا مستحق ہونا:

امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلُمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ أَنْ يَعقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنَ ، وَلَنْ يَفْعَلَ. " [2]

''جو شخص ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے، جو اس نے دیکھا نہ ہو، تو اسے جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگا کر جوڑنے کا پابند کیا جائے گا اور وہ ہرگز [ایسا] نہ کر پائے گا۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا جھوٹ بولنے والے کے لیے ابدی عذاب کے مستحق ہونے کی خبر دی ہے۔ علامہ ابن ابی جمرہ نے تحریر کیا ہے: ''اس کا معنی یہ ہے، کہ جب تک وہ ان کے درمیان گرہ نہ لگائے گا، مبتلائے عذاب رہے گا۔ اور وہ ان کے درمیان گرہ تو کبھی بھی نہیں لگا سکے گا، سو اس کا عذاب ابدی ہوگا۔'' [3]

تنبیہات:

اس مقام پر قارئین کرام کی توجہ درج ذیل دو باتوں کی طرف مبذول کروانا شاید

---

[1] یعنی ایسا خواب دیکھنے کا دعویٰ کرے، جو اس نے نہ دیکھا ہو۔

[2] صحيح البخاري، كتاب التعبير، باب من كذب في حلمه ، جزء من رقم الحديث ٧٠٤٢، ٤٢٧/١٢.

[3] بهجة النفوس ٢٥٠/٤. ایسے شخص کے عذاب کے دائمی ہونے سے مراد یہ ہے، کہ وہ ایسا عذاب پانے کا مستحق ہوگا، البتہ شرک کے علاوہ دیگر کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کی طرح اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر موقوف ہوگا۔ واللہ تعالیٰ أعلم.

مناسب ہو:

۱: جھوٹے خواب اور اس کے عذاب میں باہمی مناسبت:

علامہ ابن ابی جمرہ نے یہ سوال ان الفاظ میں اُٹھایا ہے: ''اس کی کرتوت اور بیان کردہ سزا میں کیا تعلق ہے؟''

پھر انہوں نے خود ہی جواب دیتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''اس نے اللہ تعالیٰ پر ان کی تخلیق کے حوالے سے جھوٹ باندھا، کیوں کہ خواب اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ چیزوں میں سے ایک ہے۔ اس نے ایک غیر موجود چیز کو معنوی صورت میں موجودات میں شامل کر دیا، جس طرح کہ کوئی صورت بنانے والا شخص غیر موجود چیز کو محسوس موجودات میں داخل کر دیتا ہے، کیوں کہ صورت کا حقیقی مقصود روح اور حیات ہوتی ہے، جو کہ اس میں رکھی جاتی ہے۔ اس لیے مادی صورت بنانے والے کو اس بات کا پابند کیا جائے گا، کہ وہ اپنی بنائی ہوئی صورت میں روح پھونک کر اس کی تکمیل کرے اور خواب میں جھوٹ بولنے والے نے جس طرح ایک لطیف صورت بنائی، اسی طرح اسے ایک لطیف کام کا پابند کیا جائے گا، کہ وہ جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگا کر جوڑے۔''[1]

۲: شدید وعید کی حکمت:

جھوٹے خواب کی سنگینی اور اس کے عذاب کی شدت کی حکمت کے بارے میں علمائے اُمت نے متعدد حکمتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے تین ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

ا۔ اس کا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہونا:

امام طبری فرماتے ہیں: ''بسا اوقات بیداری میں جھوٹ کی خرابی

---

[1] بهجة النفوس ٤/ ٢٥٠۔٢٥١.

جھوٹے خواب کی خرابی سے زیادہ سنگین ہوتی ہے، کیوں کہ بیداری میں جھوٹ قتل، حد یا کسی کا مال چھیننے کے بارے میں گواہی ہوسکتا ہے، لیکن اس کے باوجود جھوٹے خواب کی وعید اس سے زیادہ سخت ہے، اس کی وجہ یہ ہے، کہ اس میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ دکھایا، جو کہ [حقیقت میں] اس نے دیکھا نہ تھا، اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ مخلوق پر بولنے سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ يَقُوْلُ الْأَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ﴾ ❶

[گواہی دینے والے کہیں گے: یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا۔]

ب: اس کے ذریعہ خالق ہونے کا دعویٰ:

اس سلسلے میں علامہ ابن ابی جمرہ نے تحریر کیا ہے: جھوٹے خواب والا اللہ جل جلالہ کی قدرت اور تخلیق میں تنازعہ کرتا ہے، کیوں کہ وہ لسانِ حال سے دعویٰ کر رہا ہے، کہ وہ خالق ہے اور اس نے ایسی چیز تخلیق کی ہے، جو خلقِ الٰہی سے مشابہ ہے، اور یہ بات فی نفسہ درست نہیں۔ اس لیے اس کو سب سے ادنیٰ چیز تخلیق کرنے کے امتحان میں ڈالا گیا۔

[كُلُّ مَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ فِيْهِ كَذَّبَتْهُ شَوَاهِدُ الْإِمْتِحَانِ.] ❸

[ہر وہ شخص جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے، جو اس میں نہ ہو، تو امتحان کے شواہد اس کی تکذیب کر دیں گے۔]

ج: نبوت پر جھوٹ:

اس بارے میں علامہ ابن ابی جمرہ نے تحریر کیا ہے: ''ایسا شخص نبوت

---

❶ سورة هود / جزء من الآية ١٨.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٢ / ٤٢٨.

❸ ملاحظہ ہو: بهجة النفوس ٤ / ٢٥١.

پر جھوٹ باندھتا ہے، کیوں کہ خواب نبوت کا ایک حصہ ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ." [1]

[جس شخص نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا، سو وہ [دوزخ کی] آگ سے اپنا ٹھکانا بنالے۔] [2]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جھوٹے خواب بیان کرنے اور ہر قسم کی دروغ گوئی سے محفوظ رکھیں۔ آمین یاحي یاقیوم۔

(۴)

اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرنا

جھوٹ کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ کوئی شخص اپنے باپ اور کنبے کی بجائے، کسی اور سے اپنا تعلق جوڑے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس گناہ کی سنگینی اور اس کا ارتکاب کرنے والے کے بُرے انجام سے اُمت کو آگاہ فرمایا ہے۔ اس بارے میں ذیل میں قدرے تفصیلی گفتگو دو عنوانوں کے ضمن میں ملاحظہ فرمایئے:

ا۔ اس گناہ کی سنگینی:

اس گناہ کی سنگینی پر متعدد نصوص دلالت کرتی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

---

[1] اس حدیث کی تخریج کتاب ھذا کے ص   میں ملاحظہ فرمایئے۔

[2] بهجة النفوس ٤/ ٢٥١. امام طبری نے مزید تحریر کیا ہے: نبوت پر جھوٹ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے، کیوں کہ نبوت من جانب اللہ ہوتی ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٢/ ٤٢٨). علامہ عینی اس سلسلے میں لکھتے ہیں: "کیونکہ خواب نبوت کا حصہ، اور اس میں جھوٹ بولنے والا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے، اور یہ سب سے بڑا جھوٹ اور سب سے سنگین سزا کا مستحق ہے۔" (عمدة القاري ٢٤/ ١٦٨).

ا: عظیم گناہوں میں سے ایک:

امام بخاری نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ وہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الفِرَى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ...... الحديث" ❶

''بلاشبہ حیران وششدر کرنے والے عظیم جھوٹوں میں سے ہے، کہ آدمی اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرے...... الحدیث''

۲: باپ کی طرف نسبت نہ کرنے والے پر حکمِ کفر:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ. فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ." ❷

''اپنے باپوں سے بے رغبتی نہ کرو۔ پس جس نے اپنے باپ سے بے رغبتی کی، یقیناً اس نے کفر کیا۔''

اور [باپوں سے بے رغبتی نہ کرنے] سے مراد یہ ہے، کہ ان کی طرف نسبت کرنے میں بے رغبتی نہ کرو۔ اور [اپنے باپ سے بے رغبتی کرنے] سے مراد اس کی طرف نسبت کا انکار کرتے ہوئے، اس کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرنا ہے۔ ❸

---

❶ صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب ، جزء من رقم الحديث ٣٥٠٩، ٥٤٠/٦.

❷ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب من ادّعى إلى غير أبيه ، رقم الحديث ٦٧٦٨ ، ٥٤/١٢؛ وصحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ، رقم الحديث ١١٣ (٦٢)، ٨٠/١. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

❸ ملاحظہ ہو: شرح النووي ٥٢/٢؛ و مرقاة المفاتيح ٤٧٧/٦.

ب: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

"لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعٰى لِغَيْرِ أَبِيْهِ ــ وَهُوَ يَعْلَمُهُ ــ إِلَّا كَفَرَ بِاللّٰهِ." ❶

''جس شخص نے جانتے ہوئے اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کی، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا۔''

بعض شارحین حدیث نے بیان کیا ہے، کہ اس کے اس عمل کو کفر قرار دینے کا سبب یہ ہے، کہ اس نے اپنی اس بات سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے، کیوں کہ اپنی بیان کردہ نسبت کے ساتھ، گویا کہ یوں کہہ رہا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے فلاں شخص کے پانی سے پیدا کیا ہے۔'' حالانکہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے اس کو دوسرے شخص کے پانی سے پیدا فرمایا تھا۔ ❷

۳: لعنت کا مستحق ہونا:

۴: اعمال کا قبول نہ ہونا:

امام مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيْهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ. لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

---

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب ، جزء من رقم الحديث ۳۵۰۸، ۵۳۹/۶؛ وصحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه ، وهو يعلم ، جزء من رقم الحديث ۱۱۲ (۶۱)، ۷۹/۱. الفاظ حدیث صحیح البخاري کے ہیں۔

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۵۵/۱۲.

صَرْفًا وَلَا عَدْلًا." [1]

''جو شخص اپنے باپ کی بجائے کسی دوسرے کی طرف یا اپنے آقاؤں کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرے، تو اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی نہ فرضی عبادت قبول فرمائیں گے اور نہ ہی نفلی عبادت۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرنے والے شخص کے لیے دو قسم کی سزائیں بیان فرمائی ہیں:

پہلی سزا: اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی اس پر لعنت۔ امام نووی نے تحریر کیا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرماتے ہیں، اسی طرح فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں۔ اس میں رحمت الٰہی سے اس کی بہت زیادہ دوری کا بیان ہے، کیونکہ لعنت سے مراد دھتکارنا اور دُور کرنا ہے۔ اور اس مقام پر لعنت سے مراد وہ عذاب ہے، جس کا وہ اپنے گناہ کی وجہ سے مستحق قرار پایا، اور ابتدائے امر میں جنت سے دھتکارا گیا۔ [2]

دوسری سزا: اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی کوئی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہ فرمائیں گے۔ یہ سزا کس قدر سنگین اور خطرناک ہے! اللہ کریم ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائیں۔ آمین یا حي یا قیوم.

امام نووی نے اس حدیث شریف کے بارے میں تحریر کیا ہے: ''اس میں انسان کی اپنے باپ کی بجائے، کسی اور کی طرف یا آزاد کردہ غلام کی اپنے سابقہ آقاؤں کی بجائے کسی اور کی طرف نسبت کرنے کی شدید حرمت واضح طور پر بیان کی گئی ہے، کیونکہ

---

[1] صحیح مسلم ، کتاب الحج، باب فضل المدینة......، جزء من رقم الحدیث ٤٦٧۔ (١٣٧٠)، ٣/٩٩٤۔٩٩٨.

[2] ملاحظہ ہو: شرح النووي ٩/١٤٠۔١٤١.

نسبت کی اس تبدیلی میں ناسپاس گزاری، وراثت، ولاء ❶، دیت وغیرہ کے حقوق کا ضائع کرنا، قطع رحمی اور والدین کی نافرمانی ہے۔'' ❷

۵: جنت کا اس پر حرام ہونا:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"مَنِ ادَّعَى إِلَىٰ غَيْرِ أَبِيْهِ ..... وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيْهِ..... فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ."

''جس شخص نے اپنے باپ کی بجائے، کسی اور کی طرف نسبت، یہ جانتے ہوئے کی، کہ وہ اس کا باپ نہیں، تو جنت اس پر حرام ہے۔''

میں ❸ نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا تذکرہ کیا، تو انہوں نے فرمایا: ''خود میرے دونوں کانوں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے سنا اور میرے دل نے اس کو اچھی طرح سمجھا۔'' ❹

کس قدر بدنصیب ہے وہ شخص، کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم ہونے کی سزا دیں! اور جس پر جنت حرام ہوگئی، تو اس کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہی ہوگی، کیوں کہ دنیا کے بعد جنت ہے یا جہنم۔ ❺

---

❶ (ولاء): آزاد کردہ غلام کے فوت ہونے کی صورت میں آزاد کرنے والے شخص کا اس کا وارث ہونا۔

❷ شرح النووي ۹/ ۱٤٤.

❸ یعنی راوی حدیث ابوعثمان نے کہا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۲/ ٥٤).

❹ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الفرائض، باب من ادّعى إلى غير أبيه، رقمي الحديثين ٦٧٦٦، ٦٧٦٧، ١٢/ ٥٤؛ وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه، وهو يعلم، رقم الحديث ١١٤ ـ (٦٣)، ١/ ٨٠. الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

❺ ملاحظہ ہو: بهجة النفوس ٤/ ٢٣٣.

اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ. آمین یا رب العالمین.

خلاصۂ گفتگو یہ ہے، کہ اپنے باپ کی بجائے کسی اور سے تعلق جوڑنا انتہائی سنگین برائی ہے اور ایسا کرنے والے کی سزا بہت بُری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس برائی اور اس کی سزا سے اپنے حفظ وامان میں رکھیں۔ آمین یا حي یا قیوم.

ب: اس جھوٹ کی بعض شکلیں

اس قسم کے جھوٹ کی دو شکلیں درج ذیل ہیں:

۱: کوئی شخص کسی ایسے خاندان، یا کنبے یا قبیلے کی طرف اپنی نسبت کرلے، جن کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو۔ مثال کے طور پر اپنے آپ کو قریشی، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، چوہدری، خاں، راجہ، یا راجپوت وغیرہ کہے، حالانکہ اس کا ان کنبوں اور قبیلوں سے کوئی تعلق نہ ہو۔

۲: کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے بیٹے کو اپنا لے، اور اس کو اپنا بیٹا قرار دے دے۔ اس طرزِ عمل کی مذمت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں فرمائی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَآءَ كُمْ أَبْنَآءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ. اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [1]

[اور تمہارے لے پالک لڑکوں کو [اللہ تعالیٰ نے] تمہارے [حقیقی] بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتے ہیں اور وہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ ان [لڑکوں] کو ان کے [حقیقی] باپوں کی طرف نسبت کرکے بلاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں

[1] سورة الأحزاب / الآيتان ٤ ـ ٥.

یہی صحیح انصاف والی بات ہے۔]

شیخ سعدی اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ''(**الأدعیاء**) سے مراد وہ بچہ ہے، جس کو کوئی شخص اپناتا ہے، حالانکہ وہ اس کا نہیں ہوتا، یا اس کے کسی کو اپنانے کی بنا پر، اس کو اس کی طرف منسوب کیا جائے، جیسا کہ زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں دستور تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دستور کے خاتمہ اور ابطال کا ارادہ فرمایا، تو پہلے اس رواج کی بُرائی اور اس کے باطل اور جھوٹ ہونے کو بیان فرمایا اور [یہ تو مسلمہ حقیقت ہے] باطل اور جھوٹ کے لیے نہ تو شریعت میں کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اس سے کچھ تعلق ہے۔[1]

اے اللہ کریم! ہماری زبانوں کو ہر قسم کے جھوٹ سے پاک فرما دیجیے۔ آمین یا رب العالمین.

(۵)

نہ ملنے کے باوجود حاصل ہونے کا دعویٰ کرنا

بعض لوگ ان اوصاف اور چیزوں کے اپنے پاس ہونے کا دوسروں کو تاثر دیتے ہیں، جن سے وہ حقیقت میں تہی دامن ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ایسے طرزِ عمل کی بُرائی کو اُمت کے لیے خوب آشکارا فرما دیا ہے۔ ذیل میں توفیق الٰہی سے قدرے تفصیل سے اس کے متعلق گفتگو کی جا رہی ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک عورت نے عرض کیا:

---

[1] ملاحظہ ہو: تفسیر السعدي ص ٦٥٨.

''يَا رَسُوْلَ اللّٰه! إِنَّ لِي ضَرَّةً، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِيْنِي؟''

''یا رسول اللہ ﷺ! بلاشبہ میری ایک سوکن ہے، تو کیا مجھ پر گناہ ہے، کہ میں اپنے خاوند سے وہ پالینے کا اظہار کروں، جو کہ اس نے مجھے دیا نہ ہو؟''

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

'' اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَالَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ.'' [1]

''اس چیز کے پالینے کا اظہار کرنے والا، جو اس کو نہیں دی گئی، جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی مانند ہے۔''

شرح حدیث:

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں علمائے اُمت کو، کہ انہوں نے اس حدیث کی خوب شرح کی ہے۔ ذیل میں چھ اقوال توفیق الٰہی سے پیش کیے جا رہے ہیں:

ا: امام ابوعبید نے تحریر کیا ہے: ''آپ ﷺ کا فرمان [اَلْمُتَشَبِّعُ] غیر موجود چیز سے جھوٹ موٹ مزین ہونے کا اظہار کرنے والا، جیسے کہ کوئی عورت اپنی سوکن کو جلانے کی خاطر، خاوند کے ہاں اس مقام کے پانے کا دعویٰ کرے، جو اس کو حاصل نہ ہو اور اسی طرح یہ بات مردوں میں بھی ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی: [كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ] تو اس سے مراد یہ ہے، کہ آدمی زاہدوں ایسے کپڑے پہنے، تاکہ وہ لوگوں کو اس فریب میں مبتلا کر سکے، کہ

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب المتشبع بما لم ينل، وما ينهى من افتخار الضرة، رقم الحديث ٥٢١٩، ٣١٧/٩؛ وصحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن التزوير في اللباس وغيره والمتشبع بما لم يُعْطَ، رقم الحديث ١٢٧ـ (٢١٣٠)، ١٦٨١/٣؛ الفاظِ حدیث صحيح البخاري کے ہیں۔

وہ ان میں سے ہے، وہ اپنے دل میں موجود عاجزی اور درویشی، سے زیادہ کا اظہار کرے۔'' ❶

۲: علامہ خطابی رقم طراز ہیں: ''کپڑے کا ذکر مثال کی غرض سے ہے اور مراد یہ ہے، کہ وہ جھوٹا ہے، جیسے کہ گھٹیا کاموں سے محفوظ شخص کو [طاہر الثوب] [پاک کپڑے والا] کہا جاتا ہے، اور اس سے مقصود وہ شخص خود ہی ہوتا ہے۔'' ❷

۳: علامہ ابوسعید ضریر نے بیان کیا: ''اس سے مراد جھوٹی گواہی دینے والا ہے، وہ بسا اوقات دو کپڑے عاریتاً لے کر (اپنے آپ کو) باوقار ظاہر کرتا ہے، تاکہ وہ دوسروں کو فریب دے سکے، کہ اس کی گواہی قابل قبول ہے۔'' ❸

۴: علامہ ابن التین بیان کرتے ہیں: ''اس سے مراد وہ شخص ہے، جو امانت رکھے ہوئے یا عاریتاً لیے ہوئے دو کپڑے پہنتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں، کہ وہ کپڑے اس کے ذاتی ہیں، لیکن وہ کپڑے اس کے پاس ہمیشہ نہیں رہتے اور اس کے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے سوال کرنے والی خاتون کو اس کی ذکر کردہ حرکت سے منع فرمایا، کیوں کہ اس کی بنا پر خاوند اور سوکن کے درمیان خرابی اور باہمی نفرت کے پیدا ہونے، اور اس کی بات کے جادو کی طرح، ان کے درمیان جدائی ڈالنے کا اندیشہ تھا۔'' ❹

۵: علامہ زمخشری تحریر کرتے ہیں: '' (اَلْمُتَشَبِّعُ) یعنی سیر ہونے والے سے مشابہت کی کوشش کرنے والا، اگرچہ وہ سیر نہ ہوا ہو۔ اور یہ استعارہ کے طور پر

❶ منقول از: فتح الباري ۹/۳۱۷۔۳۱۸؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۴/ ۱۱۰۔۱۱۱؛ وعمدة القاري ۲۰/۲۰٤.

❷ منقول از: فتح الباري ۹/۳۱۸؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱٤/۱۱۱؛ وعمدة القاري ۲۰/۲۰٤.

❸ منقول از: فتح الباري ۹/۳۱۸؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱٤/۱۱۱.

❹ منقول از: فتح الباري ۹/۳۱۸.

ایسے شخص کے لیے کہا گیا ہے، جو کسی ایسی خوبی سے آراستہ ہونا ظاہر کرے، جو اس میں موجود نہ ہو۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس کو جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے سے تشبیہ دی ہے، اور اس سے مراد وہ شخص ہے، جو ریا کاری کی غرض سے صالحین ایسا لباس پہنتا ہے۔'' ❶

۶: علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے: ''خوب صورتی کے اظہار کی خاطر اپنے پاس موجود سے زیادہ ظاہر کرنے والا، جیسے کہ وہ شخص کہ اس کو سیر شدہ تصور کیا جاتا ہے، حالانکہ وہ ایسے نہیں ہوتا۔'' ❷

حدیث میں صیغہ تثنیہ استعمال کرنے کی حکمت:

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا: [كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ] [جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا]۔ علمائے اُمت نے اس صیغہ کے استعمال کی حکمت بیان کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس بارے میں تین اقوال ذیل میں ملاحظہ فرمایئے:

۱: علامہ داودی بیان کرتے ہیں: ''تثنیہ کے صیغہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ اس شخص کی مانند ہے، جس نے دو مرتبہ جھوٹ بولا۔ آنحضرت ﷺ نے اس صیغہ کا استعمال عورت کو روکنے میں زور پیدا کرنے کے لیے فرمایا۔'' ❸

۲: علامہ زمخشری نے تحریر کیا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے تثنیہ کے صیغہ کے استعمال سے یہ بیان کرنا چاہا، کہ غیر موجود چیز سے اپنے آپ کو آراستہ ظاہر کرنے والا

---

❶ منقول از: فتح الباري ۹/ ۳۱۸. نیز ملاحظہ ہو: الفائق في غریب الحدیث للعلّامة الزمخشري، مادة "شبع"، ۲/ ۲۱۶-۲۱۷.

❷ منقول از: النهاية في غريب الحديث والأثر، مادة "شبع"، ۲/ ٤٤١؛ نیز ملاحظہ ہو: غریب الحدیث للحافظ ابن الجوزي ۱/ ۵۱۷.

❸ منقول از: فتح الباري ۹/ ۳۱۸.

جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے، کہ ایک نیچے ایک اوپر [1] جیسے کہ کہا جاتا ہے:

[إِذَا هُوَ بِالْمَجْدِ ارْتَدَى وَتَأَزرًا.]

''بزرگی کی ایک چادر اوپر اور ایک نیچے پہن رکھی ہے۔'' [2]

۳: حافظ ابن حجر نے علامہ زمخشری کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''چدر اور تہ بند سے اس بات کی طرف اشارہ ہے، کہ وہ سرتاپاؤں جھوٹ میں لپٹا ہوا ہے۔''

حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ مزید تحریر کرتے ہیں: ''صیغہ تثنیہ کے استعمال میں اس بات کی طرف اشارہ کا بھی احتمال ہے، کہ بلا دئے پانے کے اظہار میں دو قابل مذمت باتیں ہیں: ظاہر کردہ چیز یا وصف کا فقدان اور باطل کا ظاہر کرنا۔'' [3]

رب کعبہ کی قسم! ایسے عمل والے لوگ ناکام و نامراد ہوئے! اے اللہ کریم! ہمیں، ہماری اولادوں، اور سارے اہل اسلام کو ایسی کرتوت سے محفوظ رکھنا۔ آمین یا رب العالمین.

ب: اس جھوٹ کی بعض موجودہ شکلیں:

میری ناقص رائے میں علمائے اُمت کے اقوال میں مذکورہ بالا تمام شکلوں پر حدیث شریف میں بیان کردہ مذمت چسپاں ہوتی ہے، کیونکہ ان سب شکلوں میں غیر موجود خصلت یا چیز کی موجودگی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

اس جھوٹ کی چند مزید صورتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: حصول ملازمت کے خواہش مند لوگوں کا ایسی صلاحیت اور مہارت کے حصول کا دعویٰ کرنا، جو اِن میں نہ ہو۔

---

[1] یعنی وہ سر سے لے کر پاؤں تک جھوٹ میں ڈوبا ہوا ہے۔

[2] منقول از: فتح الباري ۹/ ۳۱۸؛ نیز ملاحظہ ہو: الفائق في غريب الحديث، مادة "شبع" ۲/ ۲۱۷؛ وعمدة القاري ۲۰/ ۲۰٤.

[3] فتح الباري ۹/ ۳۱۸، نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۲۰/ ۲۰٤.

۲: بعض نیم خواندہ لوگوں کا جامعات کے اساتذہ، طبیبوں اور وکیلوں کا مخصوص لباس پہننا، تاکہ لوگ انہیں بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں میں شمار کریں۔

۳: بعض اہل علم کا اپنی حیثیت سے بڑے القاب کو اپنے لیے رواج دینے کے لیے براہِ راست یا بالواسطہ کوشش کرنا۔ کتنے ایسے لوگ ''شیخ القرآن''، ''شیخ التفسیر''، ''شیخ الحدیث''، ''مفسر القرآن''، ''محدث العصر''، ''مفکر اسلام''، ''علامہ''، ''عظیم سکالر''، ''مجاہد ملت''، ''خطیب ملت''، ''قائد ملت''، ''پروفیسر'' اور ''ڈاکٹر'' وغیرہ القاب اپنے لیے پسند کرتے ہیں، اور ان کے لیے استعمال نہ کرنے پر خفا ہوتے ہیں، حالانکہ وہ ان القاب کے استحقاق سے تہی دامن ہوتے ہیں۔

۴: بعض اعلیٰ عہدیداروں کا اپنے ماتحت لوگوں سے علمی اور تحقیقی کام کروا کر اپنے ناموں سے شائع کرنا۔

ان سب صورتوں پر مذکورہ بالا حدیث شریف چسپاں ہوتی ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو، ہماری اولادوں اور سب اہل اسلام کو جھوٹ کی ان سب صورتوں سے ہمیشہ ہمیشہ دُور رکھیں۔ إِنَّهُ سَمِيعٌ مُّجِيبٌ.

(۶)

تہمت لگانا

جھوٹ کی ایک بدترین صورت تہمت لگانا ہے، یعنی کسی بے گناہ پر بہتان اور الزام لگانا۔ اس کے متعلق دو عنوانوں کے تحت تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا۔ تہمت کی سنگینی

اس گناہ کی مذمت اور بُرائی کے بارے میں وارد شدہ بعض نصوص کے حوالے سے گفتگو ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

ا: سب سے جھوٹی بات:

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اُمت کو اس عظیم گناہ سے دُور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے اسے [سب سے جھوٹی بات] قرار دیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَاتَحَسَّسُوْا، وَلَاتَجَسَّسُوْا ، وَلَا تَحَاسَدُوْا ، وَلَا تَبَاغَضُوْا ، وَ لَا تَدَابَرُوْا ، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا."

''[ظن] سے بچو، کیونکہ [ظن] سب سے جھوٹی بات ہے، ایک دوسرے کے عیبوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، باہمی حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، اور بھائی بھائی کے طور پر اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر رہو۔''

حدیث شریف میں [الظن] سے مراد تہمت ہے۔ شرح حدیث میں علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے: ''آنحضرت ﷺ کے ارشاد [إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ] میں [الظن] سے مراد تہمت ہے اور ممنوعہ تہمت وہ ہے، کہ اس کے لیے کوئی وجہ جواز نہ ہو، جیسے کہ کوئی شخص کسی دوسرے پر بغیر کسی قرینے اور علامت کے زنا یا شراب پینے کا الزام لگادے۔

❶ متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد والتدابر، وقوله تعالىٰ: (وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ) ، رقم الحديث ٦٠٦٤، ١٠/ ٤٨١؛ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظن والتجسس والتنافس والتناجش ونحوها، رقم الحديث ٢٨ - (٢٥٦٣)، ٤/ ١٩٨٥؛ الفاظِ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

اس مقام پر [الظن] سے مراد تہمت ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد فرمایا: ''ایک دوسرے کے عیوب کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔''

کیونکہ ہوتا یوں ہے، کہ ایک شخص کو کسی کے متعلق ابتداء میں تہمت کا خیال آتا ہے، تو پھر وہ اس کی موجودگی کے بارے میں چھان پھٹک اور بحث وتمحیص کرتا ہے۔'' [1]

حافظ ابن حجر مذکورہ بالا تمام کلام نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں: یہ حدیث ارشادِ ربانی:

﴿ اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ [2]

[زیادہ [ظن] سے بچو، یقیناً بعض [ظن] گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔]

کے مطابق ہے۔ اس آیت کا سیاق مسلمان کی عزت کی غایت درجہ حفاظت کے حکم پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ پہلے [ظن] کی بنیاد پر اس کی عیب جوئی سے منع کیا گیا ہے۔ پس اگر [ظن] کرنے والا کہے: ''میں تو تحقیق کی غرض سے چھان بین کر رہا ہوں، تو اس سے کہا جائے گا: ''ایک دوسرے کے خلاف جاسوسی نہ کرو''، پس اگر وہ کہے، کہ ''میں نے جاسوسی کے بغیر تحقیق کر لی ہے''، تو اس سے کہا جائے گا: ''تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔'' [3]

۲: آنحضرت ﷺ کا صحابہ سے اجتناب تہمت کا عہد لینا:

تہمت کی سنگین برائی پر کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ آپ ﷺ نے

---

[1] المفهم ٦/٥٣٤. [2] سورة الحجرات/ جزء من الآية ١٢.

[3] فتح الباري ١٠/٤٨١.

حضرات صحابہ سے تہمت سے اجتناب کا عہد لیا۔ امام مسلم نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"أَخذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا أَخَذَ عَلَى النِّسَاءِ أَنْ لَا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا ، وَلَا نَسْرِقَ ، وَلَا نَزْنِيَ ، وَلَا نَقْتُلَ أَوْلَادَنَا ، وَلَا يَعْضَهَ بَعْضُنَا بَعْضًا.........." [1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اسی طرح عہد لیا، جس طرح کہ عورتوں سے عہد لیا، کہ: ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، چوری نہیں کریں گے، بدکاری نہیں کریں گے، اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں گے اور ایک دوسرے پر جھوٹ اور بہتان نہ باندھیں گے......الحدیث"

شیخ البانی نے اپنی کتاب [سلسلة الاحادیث الصحیحة] میں اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان باندھا ہے:

[تَحْرِيْمُ الْبُهْتَانِ وَالْكَذِبِ] [2]
[بہتان اور جھوٹ کی حرمت]

ب: تہمت کی بعض شکلیں

تہمت کی متعدد شکلوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: بے گناہ کو موردِ الزام ٹھہرانا:

بعض بدنصیب لوگ بے گناہ اشخاص پر الزام لگا کر غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔ شاید ایسے نادانوں کے لیے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قصہ میں سامانِ عبرت ہو۔ امام بخاری نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الحدود، باب الحدود كفارة لأهلها، جزء من رقم الحديث ٤٣-(١٧٠٩)، ١٣٣٣/٣.

[2] سلسلة الأحاديث الصحيحة ٥ / ٥٧١.

نے بیان کیا: ''اہل کوفہ نے حضرت سعد کی حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے روبرو شکایت کی۔ ان کی جملہ شکایات میں سے ایک شکایت یہ بھی تھی، کہ وہ نماز درست نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ مقرر فرما دیا۔ پھر انہیں اپنے پاس بلوا کر فرمایا: ''اے ابو اسحاق! [1] ان لوگوں کا خیال ہے، کہ آپ نماز درست نہیں پڑھاتے۔''

ابو اسحاق رضی اللہ عنہ نے جواب میں بیان کیا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو ان کی امامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کے ساتھ کروایا کرتا تھا۔ اس نماز میں کسی قسم کی کمی نہیں کرتا تھا۔ میں انہیں نمازِ عشاء پڑھاتا، تو پہلی دو رکعتوں میں طویل قراءت کرتا اور آخری دو رکعتوں میں تخفیف کرتا۔''

انہوں [عمر رضی اللہ عنہ] نے فرمایا: ''اے ابو اسحاق! آپ کے بارے میں یہی گمان ہے۔''

پھر انہوں نے ان کے ساتھ کوفہ کی جانب ایک آدمی...... یا کچھ آدمی...... روانہ کیے۔ ان کے بارے میں اہل کوفہ سے پوچھا۔ ایک ایک مسجد میں ان کے متعلق استفسار کیا گیا، تو لوگوں نے ان کی تعریف کی۔ یہاں تک کہ وہ مسجد بنی عبس میں تشریف لائے، تو ان میں سے اُسامہ بن قتادہ نامی شخص، جس کی کنیت ابو سعدہ تھی، نے کہا: '' جب آپ ہم سے دریافت کر ہی رہے ہیں، تو [بات یہ ہے کہ] سعد رضی اللہ عنہ فوجی دستے کے ساتھ نہیں جاتے، تقسیم میں مساوات کا خیال نہیں رکھتے، اور فیصلے میں انصاف نہیں کرتے۔''

سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لیکن میں تو اللہ تعالیٰ کی قسم! ضرور تین دعائیں کروں گا! اے اللہ! اگر آپ کا یہ بندہ جھوٹا ہے اور ریا اور دکھلاوے کے لیے کھڑا ہوا ہے، تو اس

---

[1] (ابو اسحٰق): حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ۲/ ۲۳۸)۔

کی عمر دراز کر دیجیے، اس کے افلاس کو طویل کر دیجیے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دیجیے۔''

اس کے بعد جب کبھی اس شخص سے دریافت کیا جاتا، تو وہ کہتا: ''فتنہ میں مبتلا بڑھا ہوں، مجھے سعد ...... رضی اللہ عنہ ...... کی بددعا لگ چکی ہے۔''

عبدالملک [1] بیان کرتے ہیں: ''میں نے اس شخص کو اس کے بعد دیکھا، کہ بڑھاپے کی بنا پر اس کی بھویں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اور وہ راستے میں گزرتی ہوئی جوان لڑکیوں کے جسموں کو اپنی انگلیوں سے دباتا تھا۔'' [2]

اس حدیث شریف میں یہ بات واضح ہے، کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر ناجائز الزامات لگانے والے شخص کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی سنگین سزائیں دیں اور اس کو ملنے والی سزاؤں میں سے ایک ذلت آمیز اور رسوا کن سزا یہ تھی، کہ وہ کبرسنی کے باوجود راستوں میں جوان لڑکیوں سے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے: ''وہ اندھا ہو گیا، اور اس کے ہاں دس بیٹیاں جمع ہو گئیں۔ جب بھی وہ عورت کی آواز سنتا، تو اس کو پکڑ لیتا۔ جب اس پر اعتراض کیا جاتا، تو وہ کہتا: ''بابرکت سعد کی بددعا۔''

ایک اور روایت میں ہے: ''وہ غربت و افلاس کا شکار رہا اور فتنے میں مبتلا کیا گیا۔''

ایک اور روایت میں ہے: ''جو فتنہ بھی بپا ہوتا، وہ اس میں شریک ہوتا۔''

ایک اور روایت میں ہے: ''وہ فتنہ مختار [3] کے وقت موجود تھا اور اسی میں مارا گیا۔'' [4]

---

[1] (عبدالملک): راویانِ حدیث میں سے ایک ہیں۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٢/ ٢٤٠).

[2] صحیح البخاري، کتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات کلها في الحضر والسفر، وما یجهر فیها وما یخافت، رقم الحدیث ٧٥٥، ٢/ ٢٣٦.

[3] فتنہ مختار: اس سے مراد مختار بن ابی عبید ثقفی ہے، اور یہ فتنہ ٦٦ھ میں بپا ہوا۔

[4] منقول از: فتح الباري ٢/ ٢٤٠؛ نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٦/ ٨.

ان میں سے ہر ایک سزا کس قدر سنگین اور عبرت ناک ہے!

اللہ تعالیٰ بے گناہوں پر تہمت لگانے سے ہمیں محفوظ رکھیں۔ آمین.

۲: پاک دامن عورتوں پر بہتان:

تہمت کی ایک بدترین صورت بھولی بھالی پاک دامن ایمان والی عورتوں پر بہتان باندھنا ہے۔ اس بارے میں واردشدہ نصوص میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا۔ ایک مہلک گناہ:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ."

''سات ہلاک کرنے والے [گناہوں] سے بچو۔''

انہوں [صحابہ] نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! وہ کون سے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ." [1]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام کردہ جان کا قتل ناحق، سود کھانا، یتیم کا مال ہڑپ کرنا، جنگ کے دن فرار ہونا، بھولی بھالی پاک دامن ایمان والی عورتوں پر بہتان باندھنا۔''

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب رمي المحصنات، رقم الحديث ٦٨٥٧، ١٢/ ١٨١؛ وصحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها، رقم الحديث ١٤٥ ـ(٨٩)، ١/ ٩٢. الفاظ حدیث صحیح البخاری کے ہیں۔

علامہ عینی نے تحریر کیا ہے، کہ [اَلْمُوْبِقَاتِ] سے مراد ہلاک کرنے والے [اعمال] ہیں، اور علامہ مہلب نے ان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے، کہ وہ اپنے کرنے والوں کو تباہ کردیتے ہیں۔ [1]

ب۔ حد قذف:

اس قسم کی الزام تراشی کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے حد قذف مقرر فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَ أُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ [2]

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت باندھیں، اور پھر چار گواہ نہ لائیں، تو انہیں اسّی درے لگاؤ اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لیے تین سزائیں مقرر فرمائی ہیں:

پہلی سزا: اسّی درے: اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً ﴾ [انہیں اسّی درے مارو]۔ قاضی ابوسعود اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُوْلَئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ ﴾ [3] [پس اگر یہ لوگ گواہ نہ لائیں، تو یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں جھوٹے ہیں۔] کے مطابق یہ سزا گواہ پیش نہ کرسکنے کی صورت میں ان کے جھوٹ اور افترا کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے۔'' [4]

---

[1] ملاحظہ ہو: عمدة القاري ٢٩/٣٤.

[2] سورة النور/ الآية ٤.

[3] سورة النور/ جزء من الآية ١٣.

[4] تفسير أبي السعود ١٥٧/٦.

دوسری سزا: تمام معاملات میں تازندگی شہادت مسترد:

اس پر آیت کریمہ کا یہ حصہ: ﴿ وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ﴾ دلالت کرتا ہے۔ ❶

قاضی ابوسعود اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: ''یعنی ساری زندگی۔'' ❷ اور شیخ قاسمی نے لکھا ہے: ''ان کے جھوٹ ظاہر ہونے کی بنا پر کسی بھی واقعہ میں [ان کی گواہی قبول نہ کرو]۔'' ❸

تیسری سزا: [فاسق] کا لقب:

اس پر آیت کریمہ کا یہ حصہ: ﴿ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴾ دلالت کرتا ہے۔ ❹

قاضی ابوسعود نے تحریر کیا ہے: ''سابقہ کلام کی تاکید اور اللہ تعالیٰ کے ہاں، ان کی گھٹیا حیثیت کو بیان کرنے کی غرض سے جدید کلام ہے۔ اسم اشارہ [أُوْلَٰٓئِكَ] میں موجود دوری کے معنی میں ان کے شر و فساد میں بہت آگے نکل جانے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی وہ ایسے لوگ ہیں، کہ نافرمانی، اطاعت گزاری سے نکلنے اور حدود سے تجاوز کرنے کا ان پر حکم لگایا گیا ہے۔ وہ ان خصلتوں میں اس حد تک آگے بڑھے ہوئے ہیں، کہ گویا کہ لقب [فاسق] کے وہ تنہا ہی مستحق ہیں اور ان کے سوا کوئی دوسرا مستحق نہیں۔'' ❺

ج۔ مسلسل لعنت کا پانا:

اس کا ذکر اس ارشادِ ربانی میں ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ

❶ ترجمہ: ''ان کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو۔'' ❷ تفسير أبي السعود ١٥٨/٦.

❸ تفسير القاسمي ١٣٣/١٢.

❹ ترجمہ: ''اور یہی لوگ وہ فاسق ہیں۔''

❺ تفسير ابي السعود ١٥٨/٦.

اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴾ ❶

[بلاشبہ جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے ہی عذاب عظیم ہے۔ اس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے قدم ان کے اعمال کے متعلق ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق و انصاف کے ساتھ دیں گے اور وہ جان لیں گے، کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہیں اور وہ ظاہر کرنے والے ہیں۔]

شیخ سعدی نے تحریر کیا ہے: ﴿ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾ ❷ اور لعنت تو صرف کبیرہ گناہ کی بنا پر ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کو تاکیداً بیان فرمایا ہے، کہ ان پر لعنت جاری رہے گی۔ ﴿ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴾ ❸ یہ لعنت کے علاوہ مزید سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے دُور فرما دیا، اور ان پر شدید عذاب نازل فرمایا۔ ❹

تنبیہ: تہمت خواہ عورت پر لگائی جائے یا مرد پر، دونوں صورتوں میں حد قذف یکساں ہے، سزا میں کچھ کمی و بیشی نہ ہوگی۔ قاضی بیضاوی نے تحریر کیا ہے: ''اس میں مذکر و مونث میں کچھ فرق نہیں۔ پاک دامن عورتوں کی تخصیص خاص واقعہ کی بنا پر ہے، یا اس لیے ہے، کہ عام طور پر تہمت خواتین پر لگائی جاتی ہے اور وہ زیادہ سنگین ہوتی ہے۔'' ❺

علاوہ ازیں اس بات پر اجماع اُمت ہے۔ علامہ ابن بطال نے تحریر کیا ہے: ''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے، کہ قیاس و استدلال کے اعتبار سے پاک دامن مردوں پر تہمت لگانے کا حکم پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کی مانند ہے، اور جس شخص نے پاک دامن ایمان والے آزاد شخص پر تہمت باندھی، تو اس کی حد اسی طرح

---

❶ سورة النور / الآيات ٢٣ ـ ٢٥.　❷ ترجمہ: ''ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے۔''

❸ ترجمہ: ''اور ان ہی کے لیے عذابِ عظیم ہے۔''　❹ ملاحظہ ہو: تفسير السعدي ص ٦٠٩.

❺ تفسير البيضاوي ٢/ ١١٦؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير القاسمي ١٢/ ١٣٣؛ وتفسير السعدي ص ٦٠٦.

اسّی دُرّے ہیں، جیسے کہ پاک دامن آزاد عورت پر بہتان لگانے والے شخص کی سزا ہے۔" [1]

۳: اپنا گناہ بے گناہ کے سر تھوپ دینا:

تہمت کی ایک سنگین شکل یہ ہے، کہ آدمی غلطی کا ارتکاب خود کرے اور منسوب کسی دوسرے شخص کی طرف کر دے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾ [2]

[اور جو شخص کسی غلطی یا گناہ کا ارتکاب کرے، اور اسے کسی بے گناہ پر ڈال دے، تو اس نے بہتان اور کھلے گناہ کا ارتکاب کیا۔]

شیخ سعدی نے آیت شریفہ کی تفسیر میں تحریر کیا ہے: ''جو شخص کبیرہ یا صغیرہ گناہ تو خود کرے، پھر اپنا گناہ کسی بے گناہ کے سر تھوپ دے، تو اس نے بہت بڑا بہتان باندھا اور کھلا گناہ کیا۔

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے، کہ بہتان ہلاک کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیونکہ اس میں متعدد مفاسد جمع ہیں: بڑے یا چھوٹے گناہ کا خود ارتکاب کرنا، بے گناہ پر اس کا الزام لگانا، اپنے آپ کو بے گناہ، اور بے گناہ کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولنا، اس گناہ کی بنا پر ملنے والی سزا سے اپنے آپ کو بچانا، اور بے گناہ پر اسے نافذ کروانا، پھر بے گناہ کا لوگوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بننا، اور اس کے علاوہ دیگر خرابیاں بھی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ان مفاسد اور ہر شر سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ [3]

شیخ ابوبکر الجزائری اس آیت کریمہ سے حاصل ہونے والی ہدایت کا ذکر کرتے

---

[1] شرح صحیح البخاري للعلامة ابن بطال ۸/ ٤٨٩؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۲/ ۱۸۱.

[2] سورة النساء / الآية ۱۱۲.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير السعدي ص ۱۹۱.

ہوئے تحریر کرتے ہیں: ''[اس میں] بے گناہوں پر جھوٹا الزام اور امانت داروں پر خیانت کا بہتان باندھنے کے سنگین گناہ کا بیان ہے۔'' [1]

خلاصہ گفتگو یہ ہے، کہ جھوٹ کی بدترین قسموں میں سے ایک تہمت ہے اور اس کی متعدد شکلیں ہیں۔ قرآن وسنت میں ان سب شکلوں سے دُور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب شکلوں سے دُور رکھیں۔ إِنَّهُ سَمِيعٌ مُجِيبٌ.

(۷)

جھوٹی گواہی دینا

جھوٹ کی ایک اور بدترین صورت جھوٹی گواہی دینا ہے۔ توفیقِ الٰہی سے ذیل میں اس کے متعلق قدرے تفصیل سے گفتگو کی جارہی ہے:

ا۔ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا گناہ:

امام بخاری نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟''

''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے [بھی] سب سے بڑے گناہوں کے متعلق خبر نہ دوں؟''

ہم نے عرض کیا: ''کیوں نہیں یا رسول اللہ!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات تین مرتبہ دہرائی۔

[پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا]:

'' اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ.''

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیک لگا رکھی تھی، تو آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، اور فرمایا:

---

[1] أيسر التفاسير ١/٤٥٤

"أَلَا وَقُولُ الزُّوْرِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ ، أَلَا وَقُولُ الزُّوْرِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ." ❶

"خبردار اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔ خبردار اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی۔"

آپ ﷺ یہی بات دہراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے کہا: "آپ ﷺ خاموش نہ ہوں گے۔"

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے اس بات کو واضح طور پر بیان فرمایا ہے، کہ جھوٹی گواہی دینا بہت بڑے گناہوں میں سے ایک ہے۔ علامہ قرطبی نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: [شَهَادَةُ الزُّوْرِ] سے مراد جھوٹی اور باطل گواہی ہے۔ اس کے بہت بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہونے کی وجہ یہ ہے، کہ یہ جانوں اور مالوں کی بربادی، حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ شرک کے بعد کبیرہ گناہوں میں سے کوئی گناہ اپنے ضرر اور بربادی میں اس سے زیادہ نہیں۔ ❷

مزید برآں ہم دیکھتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے جھوٹ اور جھوٹی گواہی کی سنگینی اور برائی کی طرف سامعین کو متوجہ کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔ یہ اہتمام درج ذیل تین باتوں میں خوب نمایاں ہے:

۱: آنحضرت ﷺ کا ان دونوں کے متعلق آغاز گفتگو سے پیشتر ٹیک چھوڑ کر سیدھے ہو کر بیٹھنا۔ اس بارے میں حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے: "یہ واضح ہے، کہ آپ ﷺ [ان دونوں کے متعلق] اہتمام فرماتے ہوئے ٹیک چھوڑ کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔" ❸

۲: آپ ﷺ نے ان دونوں کے متعلق گفتگو کی ابتدا [أَلَا] [خبردار] سے فرمائی۔

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب عقوق الوالدين من الكبائر، قاله ابن عمرو رضى الله عنهما عن النبي ﷺ ، رقم الحديث ٥٩٧٦، ١٠/ ٤٠٥.

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ١/ ٢٨٢. ❸ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٥/ ٢٦٣.

۳: آپ ﷺ نے [خبردار! اور جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی] کے الفاظ اتنی مرتبہ دہرائے، کہ راوی کہہ اُٹھا، کہ "آپ ﷺ خاموش نہ ہوں گے۔"

آنحضرت ﷺ کے اس اہتمام کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن دقیق العید نے تحریر کیا ہے: "جھوٹی گواہی کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا اہتمام شاید اس لیے تھا، کہ لوگوں کی نگاہوں میں اس گناہ کا ارتکاب معمولی بات ہے، اس کے بارے میں لااُبالی پن بھی زیادہ ہے، اور اس کی خرابی کا واقع ہونا زیادہ سہل ہے، کیونکہ شرک سے مسلمان نفرت کرتا ہے، اور والدین کی نافرمانی سے انسانی طبیعت ابا کرتی ہے۔" ❶

حافظ ابن حجر فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس سے جھوٹی گواہی کی سنگینی [ثابت ہوتی] ہے، کیونکہ اس کی بنا پر کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ❷

ب۔ عبادالرحمٰن کے اوصاف کے منافی:

جھوٹی گواہی کی خرابی کے دلائل و براہین میں سے ایک یہ ہے، کہ یہ رحمٰن کے بندوں کے اوصاف کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّوْرَ ﴾ ❸

[اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔]

قاضی ابوسعود اس کی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں: "وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، یا وہ جھوٹ کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے، کیوں کہ باطل کا [انکار کیے بغیر] دیکھنا، اس میں شریک ہونا ہے۔" ❹

علاوہ ازیں امام بخاری نے اپنی کتاب [الصحیح] میں ایک باب کا عنوان ان الفاظ

---

❶ منقول از: فتح الباري ۱۰/ ۴۱۱-۴۱۲. ❷ ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۱۰/ ۴۱۲.

❸ سورة الفرقان/ جزء من الآية ۷۲.

❹ تفسير أبي السعود ۶/ ۲۳۰؛ نیز ملاحظہ ہو: تفسير الكشاف ۳/ ۱۰۱؛ وتفسير القاسمي ۱۲/ ۲۸۲.

ذکر کیا ہے:

[بَابُ مَا قِيْلَ فِي شَهَادَةِ الزُّوْرِ لِقُوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾]

[جھوٹی گواہی کے بارے میں جو کہا گیا ہے، اس کے متعلق باب اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی بنا پر: (اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔)] [1]

حافظ ابن حجر نے اپنی شرح میں لکھا ہے: ''امام بخاری کے قول (جھوٹی گواہی کے بارے میں جو کہا گیا ہے) سے مراد یہ ہے، کہ اس کی سنگینی اور اس کے متعلق وعید کے بارے میں امام بخاری نے ارشادِ ربانی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ﴾ کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ اس میں جھوٹی گواہی دینے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔ [2]

(۸)

مال کی خاطر جھوٹی قسم کھانا

جھوٹ کی قبیح ترین صورتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ کوئی شخص دنیاوی حقیر مال کی خاطر جھوٹی قسم کھائے۔

ا: اس گناہ کی سنگینی:

اس گناہ سے روکنے اور اس کے کرنے والے کے بُرے انجام کے متعلق متعدد نصوص وارد ہوئی ہیں، انہی میں سے ایک درج ذیل ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [3]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الشهادات، ٥/ ٢٦١.

[2] ملاحظہ ہو: فتح الباري ٥/ ٢٦١. [3] سورة آل عمران/ الآية ٧٧.

[بلاشبہ جو لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے ساتھ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ روزِ قیامت نہ ان سے ہم کلام ہوں گے، اور نہ ان کی طرف دیکھیں گے، اور نہ انہیں پاک کریں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔]

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے لیے شدید ترین سزاؤں کی وعید سنائی ہے، جو کہ دنیا کے حقیر ساز و سامان کی خاطر عہد توڑتے اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ [1]

آیت کریمہ میں درج ذیل پانچ قسم کی سزاؤں کی وعید ہے:

۱: ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں: ﴿ أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ ﴾. ﴿ لَا خَلَاقَ ﴾ کی تفسیر میں امام بخاری نے لکھا ہے: "لا خير" [2] یعنی کوئی خیر ان کے لیے نہ ہوگی۔

حافظ ابن کثیر نے تحریر کیا ہے، کہ اس سے مراد "لَا نَصِيبَ لَهُمْ فِيهَا، وَلَا حَظَّ لَهُمْ مِنْهَا" [3] ہے یعنی ان کے لیے آخرت میں بالکل کوئی حصہ نہیں۔

۲: اللہ تعالیٰ ان سے گفتگو نہ فرمائیں گے ﴿ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ ﴾: اس کی تفسیر میں متعدد اقوال میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا۔ یعنی ان سے اس طرح گفتگو نہ فرمائیں گے، کہ جس طرح نیک اعمال کرنے والوں سے خوش اور راضی ہو کر گفتگو کریں گے، بلکہ ان کے ساتھ غصے اور ناراضی کے ساتھ گفتگو فرمائیں گے۔

---

[1] ملاحظہ ہو: أيسر التفاسير ۱/ ۲۷۸.

[2] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب التفسير، ۸/ ۲۱۲.

[3] ملاحظہ ہو: تفسير ابن كثير ۱/ ٤٠٢؛ نیز دیکھیے: عمدة القاري ۱۱/ ۲۰٦.

ب۔ ان سے ایسی بات چیت نہ کریں گے، جس سے انہیں فائدہ اور مسرت ہو۔ ❶

ج۔ اللہ تعالیٰ ان سے بالکل ہم کلام ہی نہ ہوں گے۔ ❷

۳: اللہ تعالیٰ ان کی طرف روزِ قیامت کو نہیں دیکھیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ یعنی وہ نظرِ رحمت سے انہیں نہ دیکھیں گے۔'' ❸

۴: اللہ تعالیٰ انہیں پاک نہ کریں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَا يُزَكِّيهِمْ ﴾ یعنی نہ تو ان کی تعریف کریں گے اور نہ ہی انہیں گناہوں کی آلودگی سے پاک کریں گے۔ ❹

۵: ان کے لیے عذاب الیم ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ اور [أليم] سے مراد درد دینے والا۔'' ❺

روزِ قیامت ان پانچ عذابوں میں مبتلا شخص کس قدر بدنصیب ہوگا! شیخ ابوبکر الجزائری نے تحریر کیا ہے، کہ اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ مال کی وجہ سے عہد شکنی کرنے والے اور جھوٹی قسم کھانے والے کا گناہ کس قدر سنگین ہے۔ ❻

ب: مال کی خاطر جھوٹی قسم کی دو شکلیں:

مال کی غرض سے جھوٹی قسم کھانے کی متعدد اشکال میں سے دو درج ذیل ہیں:

ا: مال مسلم ہڑپ کرنے کی خاطر جھوٹی قسم کھانا

---

❶ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۱۶/۲؛ نیز دیکھیے: تفسیر ابن کثیر ۴۱۲/۱.

❷ ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۵۳۴/۱؛ نیز دیکھیے: تفسیر أبي السعود ۵۱/۲.

❸ ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۴۰۲/۱؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح القدیر ۵۳۴/۱.

❹ ملاحظہ ہو: تفسیر أبي السعود ۵۱/۲، نیز ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۲۰۶/۱۱؛ وتفسیر القاسمي ۱۲۵/۴.

❺ ملاحظہ ہو: صحیح البخاري، کتاب التفسیر، ۲۱۲/۸.

❻ ملاحظہ ہو: أیسر التفاسیر ۲۷۹/۱.

۲: سودا فروخت کرنے کی خاطر جھوٹی قسم کھانا

(۱)

مالِ مسلم ہڑپ کرنے کی خاطر جھوٹی قسم کھانا

اس بات کی مذمت اور بُرے انجام کے بارے میں چند نصوص درج ذیل ہیں:

ا: بہت ہی بڑے گناہوں میں سے ایک:

ا۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''ایک بدو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! کبائر کون سے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ''

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔''

اس نے عرض کیا: ''ثُمَّ مَاذَا ؟ ''

''پھر کون سا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ.''

''والدین کی نافرمانی کرنا۔''

اس نے عرض کیا: ''ثُمَّ مَاذَا ؟ ''

''پھر کون سا ہے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ.''

''یمین غموس ہے۔''

میں نے پوچھا: [1] ''وَمَا الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ؟''

---

[1] پوچھنے والے حدیث شریف کے ایک راوی فراس ہیں اور جواب دینے والے ان کے استاذ عامر الشعبی ہیں۔ (ملاحظہ ہو: الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحظر والإباحة، ذكر البيان بأن هذا العدد المذكور لم يرد به النفي عمادونه، رقم الحديث ۵۵۶۲، ۱۲/ ۳۷۳؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ۱۱/ ۵۵۶.

''یمین غموس کیا ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''اَلَّذِيْ يَقْتَطِعُ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ ، هُوَ فِيْهَا كَاذِبٌ''

''کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرنے کے لیے جان بوجھ کر کھائی جانے والی جھوٹی قسم۔'' ❶

اس حدیث شریف میں موجود لفظ [الکبائر] [بڑے گناہ] سے مراد [أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ] [بڑے گناہوں میں سے بھی سب سے بڑے گناہ ہیں]۔اس بات پر امام احمد کی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے حوالے سے روایت کردہ حدیث دلالت کرتی ہے، کہ اس میں [الکبائر] کی بجائے [أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ] کے الفاظ ہیں۔ ❷ اس بات کی تائید امام ترمذی کی حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ❸

خلاصۂ گفتگو یہ ہے، کہ بہت ہی بڑے گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرنے کی غرض سے جھوٹی قسم کھانا ہے۔اس بات کی تائید امام طبرانی کی حضرت ابورھم السمعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کردہ حدیث سے بھی ہوتی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' وَإِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْخَطَايَا مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ امْرِىءٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ.'' ❹

---

❶ صحيح البخاري، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب إثم من أشرك بالله وعقوبته في الدنيا والآخرة، رقم الحديث ٦٩٢٠، ١٢/٢٦٤.

❷ ملاحظہ ہو: فتح الباري ١١/٥٥٧. ❸ یہ حدیث ص ۱۵۸۔۱۵۹ پر ملاحظہ فرمایئے۔

❹ منقول از: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الأيمان والنذور، باب فيمن يحلف يميناً كاذبة يقتطع بها مالًا ، جزء من الحديث، ٤/١٨١. حافظ ہیثمی نے اس کے متعلق لکھا ⇦ ⇦ ⇦

''اور بلاشبہ سب سے سنگین گناہوں میں سے اس شخص کا گناہ ہے، جو کسی مسلمان کا مال ناحق حاصل کرتا ہے۔''

ب: نبی ﷺ کی ایسے شخص کے لیے بددعا:

امام احمد نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں گواہی دیتا ہوں، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

" وَمَنْ اقْتَطَعَ مَالَ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِيْنٍ فَلا بَارَكَ لَهُ فِيْهَا."

''اور جو شخص کسی مسلمان کا مال قسم کے ساتھ ناحق حاصل کرے، تو [اللہ تعالیٰ] اس [کی قسم] میں برکت نہ فرمائے۔'' [1]

رحمت دو عالم ﷺ کی بددعا کو پانے والا شخص کس قدر بدنصیب ہے! اس مال کا کیا فائدہ، کہ اس کے حصول کے لیے اُٹھائی جانے والی قسم حبیب رب العالمین ﷺ کی بددعا کی وجہ سے خالی از برکت ہو!

اے اللہ کریم! ہمیں ایسے مال، اور ایسی قسم سے تا زندگی محفوظ رکھنا۔ آمین یا رب العالمین.

ج: جھوٹی قسم کا مال کو ختم کر دینا:

امام بزار نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

⇦ ⇦ ⇦ ہے: ''الطبرانی نے اسے [المعجم] الکبیر میں روایت کیا ہے، اور اس کے راویان ثقہ ہیں، بعض کے بارے میں کلام کی گئی ہے [لیکن] اس سے کچھ ضرر نہیں۔'' (المرجع السابق ٤ / ١٨١).

[1] المسند، جزء من رقم الحديث ١٦٤٠، ٣/ ١١٣. شیخ احمد شاکر نے اس کی [اسناد کو صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٣ / ١١٣)؛ حافظ ہیثمی نے اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ٤ / ١٧٩).

"اَلْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تُذْهِبُ الْمَالَ أَوْ تَذْهَبُ بِالْمَالِ." ❶

''جھوٹی قسم مال کو ختم کر دیتی ہے۔''

رب کعبہ کی قسم! وہ شخص ناکام و نامراد ہو گیا، جس نے مسلمان کا مال ہڑپ کرنے کی خاطر جھوٹی قسم کھائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کو ہی اس کے مال کی بربادی کا سبب بنا دیا۔ اللہ کریم ہمیں اور ہماری اولادوں کو ایسے بے نصیب لوگوں میں شامل نہ فرمائیں۔ إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُجِيْبٌ.

د: جھوٹی قسم کا گھروں کو اُجاڑ دینا:

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وَالْيَمِيْنُ الْفَاجِرَةُ تَدَعُ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ." ❷

''جھوٹی قسم گھروں کو چٹیل اور ویران کر دیتی ہے۔''

جھوٹی قسم کا ضرر کس قدر سنگین اور وسیع ہے! اس کا اثر صرف قسم کھانے والے پر ہی نہیں، بلکہ جن گھروں اور بستیوں میں اس کا چلن ہو جائے، ان کی بھی خیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ سارے عالم اسلام کے گھروں اور بستیوں کو اس سے پاک فرما دیں۔ آمین یا حي یا قیوم.

ہ: روزِ قیامت تک دل میں نقطہ کا سبب ہونا:

حضرات ائمہ احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن انیس الجہنی رضی اللہ عنہ

---

❶ منقول از: الترغیب والترھیب، کتاب البیوع وغیرھا، الترھیب من الیمین الکاذبة الغموس، رقم الحدیث ۲۰۹/۲، ۶۲۲. شیخ البانی نے اسے [الحسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الترغیب والترھیب ۲/ ۳۶۸).

❷ منقول از: الترغیب والترھیب، کتاب البیوع وغیرھا، الترھیب من الیمین الکاذبة الغموس، جزء من رقم الحدیث ۲۱۰/۲، ۶۲۲. شیخ البانی نے اسے [الحسن لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح الترغیب والترھیب ۲/ ۳۶۸).

سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" إِنَّ مِنْ أَكْبَرَ الْكَبَائِرِ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ ، وَعُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ ، وَالْيَمِينَ الْغَمُوسَ ، وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِينَ صَبْرٍ، فَأَدْخَلَ فِيهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوضَةٍ إِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةٌ فِي قَلْبِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ." [1]

''بلاشبہ بہت ہی بڑے گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔ کوئی بھی جھوٹی قسم کے ذریعے مچھر کے پر کے برابر کوئی چیز [اپنے مال میں] شامل نہیں کرتا، مگر روزِ قیامت تک کے لیے اس کے دل میں نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔''

اس حدیث شریف کے حوالے سے درج ذیل تین باتوں کی طرف توجہ دلانا شاید مناسب ہو:

ا: آنحضرت ﷺ نے تین بہت بڑے گناہوں کا ذکر کرنے کے بعد، تیسرے کے بارے میں خصوصی وعید سنائی۔ علامہ طیبی نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا: آنحضرت ﷺ نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا، اور پھر تیسرے کے بارے میں خصوصی طور پر وعید سنائی، تاکہ سامعین اس حقیقت سے آگاہ ہو

---

[1] المسند، رقم الحديث ١٦٠٤٣، ٢٥/ ٤٣٥-٤٣٦ (ط: مؤسسة الرسالة)؛ وجامع الترمذي، أبواب تفسير القرآن، ومن سورة النساء ، رقم الحديث ٣٢١٠ ، ٨/ ٢٩٦- ٢٩٧؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب الحظر والإباحة، ذكر البيان بأن اليمين الغموس الذي وصفناه من الكبائر ، رقم الحديث ٥٥٦٣، ١٢/ ٣٧٤؛ والمستدرك على الصحيحين ، كتاب الأيمان والنذور ٤/ ٢٩٦۔ الفاظ حدیث جامع الترمذی کے ہیں۔ اور امام ترمذی نے کہا ہے، کہ یہ حدیث [حسن غریب] ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذی ٨/ ٢٩٧)؛ امام حاکم نے اس کو [صحیح] قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی نے ان سے موافقت کی ہے۔ (ملاحظہ ہو: المستدرك ٤/ ٢٩٦؛ والتلخيص ٤/ ٢٩٦)؛ حافظ ابن حجر نے اس کی [اسناد کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ١٠/ ٤١١)؛ اور شیخ البانی نے اسے [الحسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن الترمذي ٣/ ٣٨).

جائیں، کہ یہ بھی پہلے دو گناہوں کی طرح بہت بڑے گناہوں میں سے ہے اور اس غلط فہمی کی بنا پر، کہ یہ ان میں سے نہیں، کہیں اس کے ارتکاب میں تساہل کا شکار نہ ہو جائیں۔ [1]

۲: جھوٹی قسم تا قیامت دل میں نکتہ لگائے جانے کا سبب بنتی ہے، اگرچہ اس سے حاصل شدہ چیز مچھر کے پر کے برابر ہو۔ ملا علی قاری شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں: اس سے مراد انتہائی قلیل چیز ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ جھوٹ اور بد دیانتی کتنی معمولی ہی کیوں نہ ہو، وہ تا قیامت دل میں نکتہ لگائے جانے کا سبب بنتی ہے۔ [2]

اور جب معمولی سے جھوٹ کا یہ اثر ہو گا، تو بڑے بڑے جھوٹوں کے اثرات کس قدر خوف ناک ہوں گے!

۳: آنحضرت ﷺ نے جھوٹی قسم کے اثر کا تا روزِ قیامت باقی رہنے کی وعید سنائی۔ اس بارے میں علامہ طیبی نے تحریر کیا ہے: قیامت تک اس نکتہ کے باقی رہنے سے مراد اس جھوٹی قسم کی بنا پر دل پر آلودگی کا باقی رہنا ہے۔ پھر قیامت کو اس کی وجہ سے وبال اور عذاب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ [3]

و: دوزخ میں داخلہ اور جنت سے محرومی:

امام مسلم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۸/۲٦۱۸؛ نیز ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ۷/۳٤۱.

[2] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۷/۳٤۱؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ۸/۲٦۱۸.

[3] ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۸/۲٦۱۸.

النَّارَ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ."

''جس شخص نے اپنی قسم سے مسلمان شخص کا حق ہڑپ کیا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے [دوزخ کی] آگ کو واجب کر دیں گے اور جنت اس پر حرام کر دیں گے۔''

ایک شخص نے آپ ﷺ سے استفسار کیا:

" وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟."

''یا رسول اللہ! اور اگر چہ وہ معمولی سی چیز بھی ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

" وَإِنْ قَضِيْبًا مِنْ أَرَاكٍ." [1]

''اگر چہ وہ مسواک کی لکڑی ہو۔''

اس حدیث شریف میں ہم دیکھتے ہیں، کہ جھوٹی قسم، اگر چہ وہ صرف کسی مسلمان کی مسواک ناجائز طور پر حاصل کرنے کی خاطر کھائی گئی ہو، دوزخ میں داخلہ کے واجب کرنے اور جنت کے حرام ہونے کا سبب بنتی ہے۔

امام نووی نے تحریر کیا ہے: ''اس میں مسلمانوں کے حقوق کی شدید حرمت کا بیان ہے، اور نبی کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی: ''اگر چہ مسواک کی لکڑی ہو'' کی بنا پر تھوڑے اور زیادہ حق [کی حرمت] میں فرق نہیں۔'' [2] [جس طرح مسلمانوں کے زیادہ حق کو ناجائز طور پر سلب کرنا حرام ہے، اسی طرح ان کا معمولی حق غصب کرنا بھی حرام ہے۔]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب وعيد من اقتطع حق مسلم بيمين فاجرة بالنار، رقم الحديث ۲۱۸۔ (۱۳۷)، ۱/۱۲۲.

[2] شرح النووي ۲/۱٦۲.

علامہ أبي نے شرح حدیث میں لکھا ہے: اس قسم کا گناہ سنگین ہوگا، کیونکہ وہ [غموس] ہے اور [غموس] مہلک کبیرہ گناہوں میں سے بھی بہت بڑے گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں ظاہری طور پر حرام کو حلال قرار دے کر اور باطل کو حق کی شکل میں پیش کر کے شریعت کے حکم کو تبدیل کرنا بھی ہے۔ ❶

دو تنبیہات:

اس مقام پر درج ذیل دو باتوں کی طرف توجہ دلانا شاید مناسب ہو:

ا: حدیث شریف میں مسلمان کے حق کو جھوٹی قسم سے ہڑپ کرنے کی وعید کا یہ مقصود نہیں، کہ غیر مسلم کا حق جھوٹی قسم سے ہضم کرنا جائز ہے۔ اس بارے میں قاضی عیاض نے تحریر کیا ہے: مسلمان کا خصوصیت سے ذکر اس لیے کیا گیا ہے، کیوں کہ شریعت کے مخاطبین اور اس پر عمل کرنے والے عام طور پر مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں، کہ غیر مسلم کا حکم اس کے برعکس ہے، بلکہ اس بارے میں اس کا حکم وہی ہے، جو مسلمان کا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔ ❷

اسی سلسلے میں علامہ طیبی لکھتے ہیں: مسلمان کے ساتھ حکم کے مخصوص کرنے کا مقصد یہ نہیں، کہ جھوٹی قسم کے ساتھ ذمی کا حق غصب کرنا درست ہے، بلکہ اصل حقیقت یہ ہے، کہ مسلمان کے حق کو غصب کرنے کی سنگینی کے پیش نظر یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے، کیونکہ اخوت اسلامی کا تقاضا تو یہ ہے، کہ مسلمان کے حقوق و واجبات کو ادا کیا جائے۔ اس بنا پر یہ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی، کہ غیر مسلم کے حق کو ناجائز ہڑپ کرنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ ❸

---

❶ ملاحظہ ہو: إکمال إکمال المعلم ۱/۴۰۶.

❷ منقول از: شرح نووی ۲/۱۶۲.

❸ ملاحظہ ہو: شرح الطیبي ۸/۲۶۱۰؛ نیز ملاحظہ ہو: إکمال إکمال المعلم ۱/۴۰۶.

۲: آنحضرت ﷺ کے ارشادِ گرامی: [فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ] ❶ سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کرنے والا ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا، لیکن علمائے اُمت نے اس کے متعلق درج ذیل دو باتیں بیان کی ہیں:

ا۔ یہ وعید اس شخص کے لیے ہے، جو ایسا کرنا جائز سمجھتا ہو، اور اسی عقیدے پر اس کی موت ہو جائے، تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا۔

ب۔ وہ اپنی ایسی جھوٹی قسم سے ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہنے کا مستحق ہو گیا، لیکن اللہ تعالیٰ چاہیں گے، تو اس کو معاف فرما دیں گے۔ اسی طرح جنت کے اس پر حرام ہونے کا معنی یہ ہے، کہ وہ ابتدا میں کامیاب لوگوں کے ساتھ جنت میں داخلے سے محروم ہونے کا مستحق ٹھہرا۔ ❷

ز: روزِ قیامت پانچ قسموں کا عذاب:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِيْنٍ ..... وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ ..... لِيَقْتَطِعَ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانَ."

"جس شخص نے کسی مسلمان کا مال بٹورنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی، تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو وہ اس پر غضبناک ہوں گے۔"

انہوں نے بیان کیا: اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: "اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ بات میری

---

❶ یعنی اس پر اللہ تعالیٰ نے [دوزخ کی] آگ کو واجب کر دیا، اور اس پر جنت کو حرام کر دیا۔

❷ ملاحظہ ہو: شرح النووي ۲/۱۶۱-۱۶۲؛ وشرح الطیبی ۸/۲۶۱؛ نیز ملاحظہ ہو: المفهم ۱/۳٤۷.

وجہ سے تھی۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان زمین [کا تنازعہ] تھا، تو وہ مُکر گیا۔ میں نے اسے نبی کریم ﷺ کے رُوبرو پیش کیا، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟''

''میں نے عرض کیا: ''نہیں۔''

''آنحضرت ﷺ نے یہودی سے فرمایا: ''قسم اُٹھاؤ۔''

''میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! وہ تو قسم اُٹھا کر میرا مال لے جائے گا۔''

''تو اللہ تعالیٰ نے یہ [آیت کریمہ] نازل فرمائی:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ أَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا..... إِلىٰ آخر الآية[1] ﴾ [2]

ح: کسی کے مال پر ناحق دعویٰ کا عبرتناک انجام:

امام مسلم نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ اروی نے ان کے ساتھ کسی گھر کے بارے میں تنازعہ کھڑا کیا۔ [3]

---

[1] سورة آل عمران/ الآية ۷۷. یہ آیت کریمہ، اس کا ترجمہ اور اس میں بیان کردہ پانچ قسموں کے عذاب کا قدرے تفصیلی ذکر کتاب ھذا کے ص ۱۵۲ میں ملاحظہ فرمایئے۔

[2] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب سؤال الحاكم المدعي، هل لك بينة قبل اليمين؟ رقمي الحديثين ۲۶۶۶، ۲۶۶۷، ۵/ ۲۷۹-۲۸۰.

[3] صحیح مسلم ہی میں ایک دوسری روایت میں ہے: اروی بنت اویس نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف مروان بن حکم کے رُوبرو دعویٰ کیا، کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین پر قبضہ کرلیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب تحريم الظلم و غصب الأرض وغيرها، جزء من رقم الرواية ۱۳۹-(۱۶۱۰)، ۳/ ۱۲۳۱). اور حافظ ذہبی نے نقل کیا ہے: ''اروی بنت اویس نے محمد بن عمرو بن حزم کے پاس آ کر شکایت کی کہ'' بلاشبہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے میری جگہ میں [ضفیرہ] بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر انہوں نے نہ کیا [یعنی میری جگہ خالی نہ کی]، تو میں ان کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں چیخوں گی۔'' (منقول از: سير أعلام النبلاء ۱/ ۱۰۶).

انہوں نے فرمایا: ''اس کو وہ گھر دے دو، میں نے بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''مَنْ أَخَذَ شِبْراً مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ طُوِّقَهُ فِيْ سَبْعِ أَرْضِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. اللّٰهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعْمِ بَصَرَهَا ، وَاجْعَلْ قَبْرَهَا فِيْ دَارِهَا.''

''جس شخص نے کسی کی بالشت کے برابر جگہ ناحق حاصل کی، تو روزِ قیامت اس کو اسی [ٹکڑہ زمین] کا سات زمینوں سے طوق پہنایا جائے گا۔''

''اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے، تو اس کی بینائی کو سلب کر لیجیے، اور اس کے گھر میں ہی اس کی قبر بنائیے۔'' ❶

راوی نے بیان کیا: ''میں نے اس کو دیواروں کو چھوتے ہوئے اندھے پن میں دیکھا، اور وہ کہتی تھی: ''مجھے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی۔''

ایک دن وہ گھر میں چلتے ہوئے گھر میں موجود کنویں پر سے گزری، تو اس میں گر پڑی، اس طرح وہی کنواں اس کی قبر بنا۔'' ❷

---

❶ ایک دوسری روایت میں ہے: ''انہوں نے فرمایا: ''وہ ضرور آئے اور اپنا حق لے لے۔ اے اللہ! اگر اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے، تو اس کی بینائی کو سلب کیے بغیر، اس کو موت نہ دینا اور اس کی موت اسی جگہ میں فرمانا۔'' اس کے پاس جاؤ اور اس کو یہ پیغام دے دو۔''
وہ آئی اور [ضفیرہ] کو گرایا اور [اس کی جگہ] گھر بنایا۔ تھوڑا ہی وقت گزرا، تو وہ اندھی ہوگئی۔ وہ رات میں اُٹھا کرتی تھی اور اس کے ساتھ اس کی لونڈی ہوتی تھی۔ ایک رات اُٹھی، تو اس نے باندی کو بیدار نہ کیا، کنویں میں گری اور فوت ہوگئی۔ (سير أعلام النبلاء ١/١٠٦-١٠٧). [الضفيرة] سے مراد اونٹ کی کوہان کی مانند مستطیل شکل کا لکڑی اور پتھروں کا بنایا ہوا کمرہ ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: النهاية في غريب الحديث والأثر ، مادة "ضفر" ، ٣/٩٢؛ وغريب الحديث للحافظ ابن الجوزي ، باب الضاد مع الفاء ، ٢/١٣).

❷ صحيح مسلم ، كتاب المساقاة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها ، رقم الحديث ١٣٨-(١٦١٠)، ٣/١٢٣٠-١٢٣١.

اس عورت پر عذاب کس قدر جلد آیا! اور وہ کتنا عبرت ناک تھا! یہ سزا کسی کے مال کے بارے میں ناحق دعوے کی وجہ سے تھی، اور جب ایسے دعوے کے ساتھ جھوٹی قسم بھی ہو، تو سزا کس قدر مزید سنگین ہوگی!

اللہ کریم ہم سب کو جھوٹے دعووں اور ان پر جھوٹی قسمیں کھانے سے محفوظ رکھیں۔ آمین یاحي یاقیوم.

(۲)

سودا فروخت کرنے کی خاطر جھوٹی قسم کھانا

جھوٹی قسم کھانے کی شکلوں میں سے ایک سودا فروخت کرنے کی غرض سے جھوٹی قسم کھانا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے بُرے انجام سے بھی اپنی اُمت کو آگاہ فرمایا ہے۔ حضرات ائمہ احمد، مسلم، ابوداود اور ابن حبان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ."

"تین [اقسام کے لوگ] روزِ قیامت اللہ تعالیٰ نہ تو ان سے گفتگو فرمائیں گے، نہ ان کی طرف دیکھیں گے، اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے اور ان ہی کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"خَابُوْا وَخَسِرُوْا! مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟."

"وہ تو ناکام و نامراد ہوگئے! یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَلْمُسْبِلُ ، وَالْمَنَّانُ ، وَالْمُنفِقُ سِلْعَتَهُ بِالْحِلْفِ الْكَاذِبِ.'' ❶

''[چادر کو] نیچے کرنے والا، احسان جتلانے والا اور اپنا سودا جھوٹی قسم سے فروخت کرنے والا۔''

ان بد بخت لوگوں کا انجام کس قدر بُرا ہے! اے رب کریم! ہم گناہ گاروں کو ایسے بدنصیب لوگوں میں شامل نہ فرمانا۔ آمین یا ذا الجلال والإکرام.

امام ابن حبان نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے:

[ذِكْرُ الْبَيَانِ بِأَنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا لَا يَنْظُرُ فِي الْقِيَامَةِ إِلَى مَنْ نَفَّقَ سِلْعَتَهُ فِي الدُّنْيَا بِالْيَمِيْنِ الْكَاذِبَةِ.] ❷

[اس بات کا بیان، کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کی طرف نہ دیکھے گا، جس نے دنیا میں اپنا سودا جھوٹی قسم کے ساتھ فروخت کیا۔]

امام نووی نے صحیح مسلم میں اس حدیث پر درج ذیل عنوان ذکر کیا ہے:

[بَابُ بَيَانِ غِلْظِ تَحْرِيمِ إِسْبَالِ الإِزَارِ، وَالْمَنِّ بِالْعَطِيَّةِ ، وَتَنْفِيْقِ السِّلْعَةِ بِالْحِلْفِ، وَبَيَانِ الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ.] ❸

[چادر نیچے لٹکانے، احسان جتلانے اور جھوٹی قسم کے ساتھ سودا فروخت کرنے کی شدید حرمت کے بیان اور ان تین [اقسام کے] لوگوں کے بیان کے متعلق باب، جن کے ساتھ روزِ قیامت نہ تو اللہ تعالیٰ گفتگو فرمائیں

---

❶ المسند، رقم الحديث ٢١٣١٨، ٢٤٥/٣٥؛ وصحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، رقم الحديث ١٧١ ـ (١٠٦)، ١٠٢/١؛ وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار، رقم الحديث ٤٠٨١، ٩٧/١١؛ والإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البيوع، رقم الحديث ٤٩٠٧، ٢٧٢/١١. الفاظ حدیث صحیح مسلم کے ہیں۔

❷ المرجع السابق ٢٧٢/١١.

❸ صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ١٠٢/١.

گے ، نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔]

حدیث شریف کے متعلق دو باتیں:

ا: مذکورہ بالا تینوں اقسام کے لوگوں کو ایک ہی حدیث میں جمع کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ طیبی نے تحریر کیا ہے: ''ان تینوں کو ایک ہی سلسلہ میں اس لیے جمع کیا گیا ہے، کہ چادر نیچے گرانے والا متکبر ہوتا ہے، جو کہ بزعم خود لوگوں سے بلند ہوتا ہے اور لوگوں کو کم تر اور حقیر تصور کرتا ہے، احسان جتلانے والا یہ سمجھتے ہوئے ایسا کرتا ہے، کہ سائل پر اس کا احسان ہے اور وہ اس سے بلند ہے، قسم اُٹھا کر سودا فروخت کرنے والا صرف اپنے ہی مفاد کا خیال رکھتے ہوئے دوسرے شخص کے حق کو ہضم کرتا ہے۔ تینوں اقسام کے لوگوں میں مشترک بات یہ ہے، کہ وہ دوسروں کی پروا نہیں کرتے ، صرف اپنی ذات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسی بنا پر سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ ان کی طرف توجہ اور التفات نہ فرمائیں گے، جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا: ''تین [اقسام کے لوگوں] سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ہم کلام نہ ہوں گے۔'' [1]

ب: حدیث شریف میں ان تینوں اقسام کے لوگوں کی سزا کو ان کے بُرے اعمال سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ طیبی نے اس سلسلے میں خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہوئے تحریر کیا ہے: تاکہ ان اعمال کی سزا کی شدت کو واضح کیا جائے۔ سننے والوں کے ذہن میں ان اعمال کے مرتکبین کے انجام کی سنگینی کا تصور پیدا ہو، اور وہ اس بارے میں خود ہی سوچ و بچار کریں۔ اسی لیے تو ابو ذر رضی اللہ عنہ کہہ اُٹھے: ''وہ ناکام و نامراد ہوگئے! وہ کون لوگ ہیں؟''

اور اگر یوں کہا جاتا: ''چادر لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، اور اپنے سودے

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲۱۱۷/۷.

کو جھوٹی قسم سے فروخت کرنے والے سے اللہ تعالیٰ ہم کلام نہ ہوں گے......'' تو حدیث شریف کا ایسا اثر نہ ہوتا۔اسی طرح ایک شاعر کا قول ہے:

ثَلَاثَةٌ تُشْرِقُ الدُّنْيَا بِبَهْجَتِهَا
شَمْسُ الضُّحٰى وَأَبُو إِسْحَاقَ وَالْقَمَرُ [1]

[تین کی چمک سے دنیا منور ہے: وقتِ چاشت کا سورج، ابواسحاق اور چاند۔]

جھوٹی قسم کے ساتھ سودا بیچنے کی تین شکلیں:

کتاب وسنت میں جھوٹی قسم کے ساتھ سودا بیچنے کی بیان کردہ صورتوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: قیمت خرید کے متعلق جھوٹی قسم کھانا:

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" ثَلَاثٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ، وَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ ، وَ لَا يُزَكِّيْهِمْ ، وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ: رَجُلٌ عَلٰى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ، يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيْلِ؛ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ لَهُ بِاللّٰهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا ، فَصَدَّقَهُ ، وَهُوَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ ؛ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا. فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفٰى ، وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ." [2]

''تین [اقسام کے لوگوں] سے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ہم کلام نہ ہوں گے،

---

[1] ملاحظہ ہو: شرح الطيبي ٢١١٧/٧.

[2] صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار، والمنّ بالعطية، وتنفيق السلعة بالحلف ، ...... رقم الحديث ١٧٣-(١٠٨)، ١٠٣/١.

نہ ان کی طرف دیکھیں گے، نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے اور ان ہی کے لیے دردناک عذاب ہے: [پہلی قسم] ویران جگہ میں زائد از ضرورت پانی والا، لیکن وہ مسافر کو اس سے لینے نہ دے [دوسری قسم] عصر کے بعد سودا بیچنے والا، کہ وہ قسم کھائے، کہ اس نے اس [چیز] کو اس قیمت سے خریدا ہے، وہ [گاہک] اس کو سچا سمجھے، حالانکہ وہ ایسے نہ ہو۔ [تیسری قسم] صرف دنیا کی خاطر کسی امام کی بیعت کرنے والا، اگر وہ اس کو دنیوی فائدہ پہنچائے، تو وفا کرے، وگرنہ بے وفائی کرے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے مال بیچنے کی غرض سے جھوٹی قسم کی یہ صورت بتلائی ہے، کہ سودا فروخت کرنے والا، اپنی قیمت خرید غلط بتلاتا ہے اور گاہک کو یقین دلانے کی خاطر جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

علامہ قرطبی شرح حدیث میں تحریر کرتے ہیں: اس نے جھوٹ بول کر اپنی قیمت خرید زیادہ بتلائی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر ان کے اسم مبارک کی اہانت کی اور ناحق دوسرے شخص کا مال حاصل کیا، اس طرح اس نے کبیرہ گناہوں کو جمع کیا اور اس شدید وعید کا مستحق قرار پایا۔ [1]

جھوٹی قسم کا ذکر کرتے ہوئے نمازِ عصر کے بعد کے وقت کا خصوصی طور پر ذکر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے تحریر کیا ہے: میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے، کہ نمازِ عصر درمیانی نماز [الصلاۃ الوسطیٰ] ہے اور اس نماز کی شان وعظمت باقی نمازوں کے مقابلے میں زیادہ ہے، اس لیے اس نماز کے ادا کرنے والے کو چاہیے، کہ وہ اس کے بعد اپنے دین کی حفاظت اور زیادہ کرے، اور اپنی قسموں کا دیگر نمازوں کے بعد کی قسموں سے زیادہ خیال رکھے، کیوں کہ نماز تو بے حیائی اور برائی

---

[1] ملاحظہ ہو: المفهم ۱/ ۳۰۷.

سے روکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ ﴾ ❶ جب سب نمازوں میں یہ بات ہے، تو نمازِ عصر میں تو یہ بات بطریق اولیٰ ہونی چاہیے۔ اسی لیے جس نے نمازِ عصر کے بعد کسی کا ناحق مال ہضم کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھانے کی جسارت کی، تو اس کا گناہ زیادہ ہوگا اور اس کا دل زیادہ گندا ہوگا۔ ❷ واللہ تعالیٰ اعلم.

ب: سودے کی پیش کردہ قیمت کے متعلق جھوٹی قسم:

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ ایک شخص نے بازار میں سودا لگایا، اور اس نے ایک مسلمان شخص کو پھنسانے کے لیے قسم کھائی، ، کہ اس کو اتنی قیمت پیش کی گئی ہے، حالانکہ وہ پیش نہ کی گئی تھی، تو اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ أَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ❸ ﴾ ❹

امام بخاری نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْحَلِفِ فِي الْبَيْعِ.] ❺

[فروختگی میں مکروہ قسم کے متعلق باب]

حافظ ابن حجر نے عنوان کی شرح میں تحریر کیا ہے: ''یعنی فروخت کرتے ہوئے بہر صورت قسم کھانا، مکروہ ہے۔ اگر جھوٹی ہو، تو مکروہ تحریمی ❻ ہے، اور اگر سچی ہو، تو مکروہ تنزیہی ہے ❼۔'' ❽

ایک اشکال کے متعلق وضاحت:

شاید کوئی اعتراض کرے، کہ گزشتہ صفحات میں حضرت عبداللہ بن

---

❶ سورة العنكبوت / جزء من الآية ٤٥. [یعنی بلاشبہ نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔]

❷ ملاحظہ ہو: المفهم ١/ ٣٠٧. ❸ سورة آل عمران / الآية ٧٧۔ [ترجمہ: بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے ساتھ تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں۔] ❹ صحيح البخاري، كتاب البيوع، رقم الحديث ٢٠٨٨، ٤/ ٣١٦. ❺ المرجع السابق ٤/ ٣١٦.

❻ یعنی ناجائز ہے۔ ❼ یعنی قسم کا نہ کھانا بہتر ہے۔ ❽ ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ٣١٦.

مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس آیت کا نزول حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی شخص کے درمیان تنازعہ کے موقع پر ہوا تھا، [1] اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت سے اس کا شانِ نزول مختلف معلوم ہوتا ہے۔

اس اشکال کو توفیقِ الٰہی سے درج ذیل دو صورتوں میں دور کیا جا سکتا ہے:

ا: حافظ ابن حجر نے تحریر کیا ہے: ''دونوں میں کوئی تعارض نہیں، کیوں کہ کہا جائے گا کہ آیتِ کریمہ کا نزول دونوں اسباب کی بنا پر تھا۔ اور آیت کریمہ کے الفاظ میں عموم ہے۔'' [2]

ب: نزول آیت سے مراد یہ ہے، کہ یہ آیت دونوں واقعات پر چسپاں ہوتی ہے۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''ان [حضرات صحابہ] کا یہ کہنا کہ: ''اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔'' بسا اوقات اس سے مراد سبب نزول ہوتا ہے، اور بسا اوقات مقصود یہ ہوتا ہے، کہ یہ بھی اس آیت میں داخل ہے۔ [3] اگرچہ وہ سبب [نزول] نہ بھی ہو، جیسے کہ آپ کہتے ہیں: ''اس آیت سے مقصود یہ ہے۔'' [4]

ج: مخصوص قیمت پر سودا فروخت نہ کرنے کی جھوٹی قسم:

فروختگی کے موقع پر جھوٹی قسم کی ایک شکل یہ ہے، کہ بیچنے والا قسم کھائے، کہ میں اپنا مال اس قیمت پر ہرگز فروخت نہیں کروں گا، پھر جب گاہک کو منہ موڑتے دیکھے، تو اسی نرخ پر سودا بیچ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی جھوٹی قسم کے بُرے انجام کو بیان کرتے ہوئے اس سے دُور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔ امام ابن حبان نے حضرت ابو سعید

---

[1] کتاب کا ص دیکھیے۔ [2] فتح الباري ۳۱۳/۸.

[3] یعنی اس بات پر بھی آیت کریمہ چسپاں اور منطبق ہوتی ہے۔

[4] منقول از: مقدمه تفسير القاسمي ۲۷/۱.

الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''ایک بدو بکری لیے ہوئے گزرا، تو میں نے اس سے کہا: ''تین درہم کی فروخت کرو گے؟''

اس نے کہا: ''نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم۔''

پھر اس نے میرے ہاتھ [اسی قیمت پر] فروخت کر دی۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''بَاعَ آخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ.'' ❶

''اس نے اپنی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو بیچ دیا۔''

یہ سودا کس قدر خسارے کا ہے! اور اس کے کرنے والے کتنے زیادہ ہیں! اے اللہ! ہم کمزوروں کو ان میں شامل نہ فرمانا۔ آمین يا حي يا قيوم.

امام ابن حبان نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[ذِكْرُ وَصْفِ الْبَعْضِ الآخَرِ مِنَ الْحَلِفِ الَّذِيْ مِنْ أَجَلِهِ يُبْغِضُ اللّٰهُ جَلَّ وَعَلَا الْبَيَّاعَ] ❷

[ایک دوسری قسم کے حلف کے وصف کا بیان جس کی بنا پر اللہ جلّ و علا بیچنے والے سے نفرت کرتے ہیں۔]

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ بدترین جھوٹ کی صورتوں میں سے ایک، جھوٹی قسم کا کھانا ہے اور اس کی متعدد شکلیں ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے دُور رہنے کا حکم دیا ہے اور ان کے بُرے انجام سے آگاہ کیا ہے۔ اللہ کریم ان سب شکلوں سے ہمیں محفوظ رکھیں۔ آمین يا حي يا قيوم.

---

❶ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البيوع، رقم الحديث ٤٩٠٩، ١١/٢٧٦. شیخ شعیب الارناؤوط نے اس کی [اسناد کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش الإحسان ١١/٢٧٦).

❷ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البيوع، ١١/٢٧٦.

(۹)

تجارت میں جھوٹ

جھوٹ کی سنگین اقسام میں سے ایک تجارت میں جھوٹ بولنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی نحوست بیان فرما کر اُمت کو اس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ذیل میں اس کے متعلق کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

ا: جھوٹ سے برکت کا خاتمہ:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے بیان فرمایا:

"اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا. فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا." [1]

"لینے اور دینے والے، دونوں جدا ہونے تک [سودا منسوخ کرنے کا] اختیار رکھتے ہیں۔ پس اگر دونوں نے سچی بات کہی اور [چیز کا عیب] بیان کیا، تو ان کے لین دین میں برکت ڈالی جائے گی اور اگر دونوں نے جھوٹی بات کہی اور [عیب کو] چھپایا، تو لین دین کی برکت کو اُٹھا لیا جائے گا۔"

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے بتلایا ہے، کہ سچی بات اور عیب کو واضح کرنا تجارت کی برکت کا سبب بنتے ہیں اور جھوٹ اور عیب کا چھپانا اس کی برکت کے اُٹھائے جانا کا موجب بنتے ہیں۔ علامہ قرطبی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: یعنی اگر لینے اور دینے والے، دونوں قیمت اور فروخت کی جانے والی چیز کے متعلق سچائی اختیار کریں

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب البيّعان بالخيار مالم يتفرقا، رقم الحديث ۲۱۱۰، ۳۲۸/٤؛ وصحيح مسلم، كتاب البيوع، باب الصدق في البيع والبيان، رقم الحديث ٤٧ـ(۱٥۳۲)، ۱۱٦٤/۳.

اوران کے عیوب واضح کریں، تو قیمت میں اضافے اور چیز میں دائمی نفع کی صورت میں برکت عطا کی جائے گی، اور (مُحِقَتْ) سے مراد یہ ہے کہ برکت کو اُٹھالیا جائے گا۔ ❶

علامہ عینی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''برکت کے مٹائے جانے سے مراد یہ ہے، کہ تاجر مال میں جس اضافے اور بڑھوتی کا قصد کر رہا تھا، اس کے برعکس اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے برکت کو صدق و بیان کے ساتھ اور برکت کے اُٹھائے جانے کو ان کی ضد، چھپانے اور جھوٹ کے ساتھ مشروط فرمادیا۔ ❷

امام بخاری نے اس حدیث پر بایں الفاظ عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكَذِبُ وَالْكِتْمَانُ فِي الْبَيْعِ.] ❸

[تجارت میں جھوٹ اور [عیب کا] چھپانا، جو [یعنی برکت] ختم کرتے ہیں اس کے متعلق باب]

امام نسائی نے اس حدیث پر درج ذیل عنوان لکھا ہے:

[مَايَجِبُ عَلَى التُّجَّارِ مِنَ التَّوْقِيَةِ فِي مُبَايَعَتِهِمْ.] ❹

[تاجروں پر اپنے لین دین میں جو احتیاط واجب ہے۔]

امام ابن حبان نے درج ذیل عنوان قلم بند کیا ہے:

[ذِكْرُ الْأَمْرِ لِلْبَيِّعَيْنِ أَنْ يَلْزَمَا الصِّدْقَ فِي بَيْعِهِمَا، وَيُبَيِّنَا عَيْبًا عَلِمَاهُ، لِأَنَّ ذٰلِكَ سَبَبُ الْبَرَكَةِ فِي بَيْعِهِمَا.] ❺

[لینے دینے والوں کے لیے اپنے لین دین میں سچائی اور معلوم شدہ عیب کے بیان کی پابندی کے حکم کا بیان، کیونکہ ایسا کرنا لین دین میں باعث برکت ہے۔]

---

❶ ملاحظہ ہو: المفهم ٤/ ٣٨٤-٣٨٥؛ نیز ملاحظہ ہو: شرح النووي ١٠/ ١٧٦؛ و فتح الباري ٤/ ٣٢٩.

❷ ملاحظہ ہو: عمدة القاري ١١/ ١٩٥.

❸ صحيح البخاری، کتاب البیوع ٤/ ٣١٢.

❹ سنن النسائی، کتاب البیوع، ٧/ ٢٤٤.

❺ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان، كتاب البيوع، ١١/ ٢٦٨.

تنبیہات:

شرح حدیث میں محدثین کرام کی بیان کردہ مفید اور قیمتی تنبیہات میں سے چار ذیل میں توفیق الٰہی سے پیش کی جارہی ہیں:

ا: حدیث شریف پر عمل کرنے والے کا ہی برکت پانا:

اگر لین دین میں دونوں میں سے ایک سچا اور عیب کا بیان کرنے والا ہے، تو وہ حدیث شریف میں بیان کردہ برکت حاصل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں علامہ ابن ابی جمرہ نے تحریر کیا ہے: ''گر ان دونوں میں سے ایک [حدیث پر] عمل کرے اور دوسرا نہ کرے، تو عمل کرنے والا برکت پائے گا، اور دوسرا نہ پائے گا۔ اگرچہ حدیث میں تو اس بات کی طرف اشارہ نہیں ہے، لیکن شریعت کے قواعد کا یہی تقاضا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ [1]

[اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔]

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ . وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [2]

[پس جس نے ذرّہ برابر نیکی کی ہوگی، وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرّہ برابر بُرائی کی ہوگی، وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔]

اور ارشاد فرمایا:

﴿ إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَ إِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ﴾ [3]

---

[1] سورة الأنعام/ جزء من الآية ١٦٤.
[2] سورة الزلزلة/ الآيتان ٧-٨.
[3] سورة الإسراء/ جزء من الآية ٧.

[اگر تم نے اچھے کام کیے، تو خود اپنے ہی فائدہ کے لیے اور اگر تم نے برائیاں کیں، تو اپنے ہی لیے۔]

اس بارے میں بہت سے دلائل اور بھی ہیں۔'' ❶

۲: سچ کا دنیا و آخرت کی خیر کے اسباب میں سے ہونا:

علامہ ابن ابی جمرہ ہی لکھتے ہیں: اس میں یہ دلیل [بھی] ہے، کہ آخرت ہی سے دنیا حاصل ہوتی ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے، کہ ان دونوں کے لیے برکت تو سچائی ہی سے حاصل ہوتی ہے اور وہ امورِ آخرت سے ہے، اس کے اپنانے والے کو ثواب ملتا ہے اور وہ ایمان کی سب سے کامل صفات میں سے ہے۔ محققین [علماء] نے کہا ہے:
''جس نے سچ بولا، اور تصدیق کی، تو وہ ضرور [اپنے مقصد کے] قریب ہوا۔''

آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں اسے بیان فرمایا:

''لَا یُنَالُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ إِلَّا بِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی'' ❷

بے شک جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ ان کی طاعت کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ❸

---

❶ بهجة النفوس ۲۱۹/۲. علامہ عینی نے تحریر کیا ہے، کہ ظاہری طور پر تو حدیث کا تقاضا یہی ہے، کہ حدیث پر عمل کرنے والا برکت حاصل کرے، لیکن اس بات کا احتمال ہے، کہ ایک کی نحوست کا اثر دوسرے پر بھی ہو جائے۔ (ملاحظہ ہو: عمدة القاري ۱۱/۱۹۵). حافظ ابن حجر نے دونوں احتمالات ذکر کیے ہیں، اور یہ بھی تحریر کیا ہے، کہ علامہ ابن ابی جمرہ نے احتمالِ اوّل کو ترجیح دی ہے، لیکن خود کسی کو ترجیح دینے کا ذکر نہیں کیا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ۳۲۹).

❷ اس حدیث کے لیے ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق ٤/ ۷۱؛ والترغيب والترهيب ، كتاب البيوع وغيرها، الترغيب فى الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه ، رقم الحديث ۷، ۲/ ۵۳۵. شیخ البانی نے اسے [حسن صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب، ۲/ ۳۱۲).

❸ ملاحظہ ہو: بهجة النفوس ۲/ ۲۲۰؛ نیز ملاحظہ ہو: فتح الباري ٤/ ۳۲۹.

۳: جھوٹ کا دنیا و آخرت میں بدبختی کا سبب ہونا:

بلاشبہ جھوٹ دنیا و آخرت میں شقاوت اور محرومی کا سبب ہے۔ علامہ ابن ابی جمرہ لکھتے ہیں: ''اس میں یہ دلیل [بھی] ہے، کہ گناہوں کی نحوست دنیا و آخرت کی خیر کو بہا کر لے جاتی ہے۔ یہ حقیقت آنحضرت ﷺ کے ارشاد: [اور اگر دونوں نے [عیب کو] چھپایا اور جھوٹ بولا، تو ان کے لین دین کی برکت اُٹھالی جائے گی۔] سے واضح ہوتی ہے۔ جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور چھپانا جو کہ خیانت ہے، وہ بھی کبیرہ گناہوں سے ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

'' مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا. '' [1]

''جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا، پس وہ ہم میں سے نہیں۔''

اور کذاب کے متعلق آنحضرت ﷺ کا گزشتہ حدیث [2] میں ارشاد ہے:

'' الَّذِي يُشَدُّ شِدْقُهُ مِنْ حِيْنَ مَوْتِهِ إِلَى أَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ. ''[3]

''وہ ایسا شخص ہے، کہ اس کی موت کے وقت سے لے کر قیامت کے بپا ہونے تک، اس کے جبڑے کو چیرا جاتا رہے گا۔''

پھر اس وقت اس کے انجام کے بارے میں دیکھا جائے گا۔ اس کی دنیا تو برباد ہوئی، کیونکہ برکت کے اُٹھ جانے سے، جو کچھ اس کے ہاتھ میں دنیوی چیز تھی، وہ ہلاک ہونے والی ہے اور اس کی آخرت [بھی] اُجڑ گئی، کیونکہ اس میں وہ عذاب پانے والا ہے۔''[4]

---

[1] حدیث شریف کے لیے ملاحظہ ہو: صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ : " مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا "، رقم الحديث ١٦٤ ـ (١٠١)، ١/٩٩.

[2] علامہ ابن ابی جمرہ نے اس کے ساتھ اپنی کتاب [بهجة النفوس] میں ذکر کردہ حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔

[3] اس حدیث کی تخریج کے لیے ملاحظہ ہو: کتاب ھذا ص

[4] بهجة النفوس ٢/ ٢٢٠.

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''اس حدیث میں سچ گوئی کی فضیلت اور اس کی ترغیب ہے، جھوٹ کی مذمت اور اس سے باز رہنے کی تلقین ہے اور [اس بات کا بیان بھی ہے کہ] جھوٹ برکت کو ختم کر دیتا ہے اور عمل آخرت [یعنی نیکی] سے دنیا و آخرت کی خیر حاصل ہوتی ہے۔'' [1]

۴: جھوٹ سے دوری ابن عوف رضی اللہ عنہ کی امیری کا ایک سبب:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ان کے مال کی فراوانی کے اسباب کے متعلق دریافت کیا گیا، تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

" مَا كَذَبْتُ قَطُّ ، وَلَا دَلَّسْتُ ، وَلَا بِعْتُ بِدَيْنٍ، وَلَا رَدَدْتُ فَضْلًا أَيَّ شَيْءٍ كَانَ." [2]

''میں نے کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا ، نہ ہی ہیرا پھیری کی ہے ، نہ ہی اُدھار [سودا] فروخت کیا ہے ، اور میں نے نفع کچھ بھی ہو، رد نہیں کیا [یعنی جس نفع پر بھی سودا فروخت ہو رہا ہو، میں اس کو فروخت کر دیتا ہوں۔]

ب: جھوٹ کا تاجروں کو فجار بنانے کا ایک سبب:

تجارت میں جھوٹ بولنے کی خرابی اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے، کہ یہ تاجروں کو فاجروں کے زمرہ میں شامل کرنے کے اسباب میں سے ہے۔ [3]

اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو لین دین میں جھوٹ سے محفوظ رکھیں۔ إِنَّهُ سَمِيْعٌ مُجِيْب.

---

[1] فتح الباري ٤/ ٣٢٩

[2] ملاحظہ ہو: بهجة النفوس ٢/ ٢٢٠.

[3] اس بارے میں تفصیل کے لیے اس کتاب کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۰)

مزاحاً جھوٹ بولنا

بعض لوگ مزاح کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں اس سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ توفیق الٰہی سے ذیل میں قدرے تفصیل سے اس بارے میں گفتگو پیش کی جارہی ہے:

ا: جھوٹ کا سنجیدگی و مذاق میں نادرست ہونا:

حضرات ائمہ وکیع، ھناد اور بخاری نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان فرمایا:

"لَا يَصْلُحُ الْكَذِبُ فِيْ جِدٍّ وَّلَا هَزْلٍ." ❶

"جھوٹ نہ سنجیدگی میں درست ہے اور نہ مذاق میں۔"

امام بخاری نے اس پر درج ذیل باب قائم کیا ہے:

[بَابٌ لَا يَصْلُحُ الْكَذِبُ] ❷

[جھوٹ کے نادرست ہونے کے متعلق باب]

ب: مزاحاً جھوٹ ترک کیے بغیر ایمان کا نامکمل رہنا:

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ الْعَبْدُ الْإِيْمَانَ كُلَّهُ حَتّٰى يَتْرُكَ الْكَذِبَ مِنَ الْمُزَاحَةِ،

---

❶ كتاب الزهد للإمام وكيع، باب الكذب والصدق، رقم الرواية ٣٩٥-١، ٦٩٥/٣؛ والزهد للإمام هناد، باب الصدق والكذب، رقم الرواية ١٣٩٣، ٢٤٣/٣؛ والأدب المفرد، جزء من رقم الرواية ٣٨٨، ص ١٤٠. الفاظ حدیث الأدب المفرد کے ہیں۔ شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الأدب المفرد ص ١١٢؛ نیز ملاحظہ ہو: هامش كتاب الزهد ٦٩٥/٣-٦٩٦). ❷ الأدب المفرد ص ١٤٠.

وَيَتْرُكَ الْمَرَاءَ وَإِنْ كَانَ صَادِقًا." [1]

''بندہ تب تک مکمل ایمان والا نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ مزاحاً جھوٹ نہ چھوڑ دے، اور جب تک کہ وہ جھگڑا نہ چھوڑ دے، اگرچہ وہ سچا [ہی] ہو۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے، کہ دو باتوں کے بغیر [کتاب وسنت میں بیان کردہ دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ] ایمان مکمل نہیں ہوتا اور ان دونوں میں سے ایک بات مزاحاً جھوٹ کا ترک کرنا ہے۔

ج: مزاحاً ترک جھوٹ پر وسط جنت میں گھر کی ضمانت:

امام ابوداود نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ ، وَإِنْ كَانَ مُحِقًّا ، وَبِبَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ ، وَإِنْ كَانَ مَازِحًا، وَبِبَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ." [2]

''میں جنت کے گردو پیش میں اس شخص کے لیے گھر کا ضامن ہوں، جو جھگڑا چھوڑ دے، اگرچہ وہ حق پر ہو، اور اس شخص کے لیے جنت کے

---

[1] المسند، رقم الحديث ٨٦١٥، ١٦/ ٢٥٩؛ (ط: القاهرة). حافظ المنذری نے اس کے متعلق لکھا ہے: ''اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔'' (الترغيب والترهيب ، كتاب الأدب وغيره ، الترغيب في الصدق والترهيب من الكذب ، رقم الحديث ١٩، ٣/ ٥٩٠). شیخ البانی نے اسے [صحیح لغیرہ] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح الترغيب والترهيب ٣/ ١٢٦).

[2] سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في حسن الخلق ، رقم الحديث ٤٧٩٠، ١٣/ ١٠٨. حافظ منذری نے اس کے متعلق لکھا ہے: اس کو ابوداود، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے، اور ترمذی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: الترغيب والترهيب، كتاب الادب وغيره، الترغيب في الخلق الحسن و فضله ، رقم الحديث ١٥، ٣/ ٤٠٦). شیخ البانی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود: ٣/ ٩١١ ؛ و سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٢٧٣، ١)

درمیان میں گھر کا [ضامن] ہوں، جو مزاحاً جھوٹ ترک کر دے، اور بالائی جنت میں اس شخص کے لیے گھر کا [ضامن] ہوں، جو اپنے اخلاق عمدہ کرے۔''

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث شریف میں مزاحاً جھوٹ ترک کرنے والے شخص کو وسطِ جنت میں گھر عطا کیے جانے کی ضمانت دی ہے۔

اللہ اکبر! یہ ضمانت کس قدر جلیل القدر اور پختہ ہے۔ اے اللہ کریم! ہم ناکاروں کو اس سے محروم نہ فرمانا۔ آمین یا حي یا قیوم.

تنبیه:

سچی مزاحیہ بات کی اجازت:

سابقہ گفتگو سے یہ نہ سمجھا جائے، کہ اسلام میں ہر قسم کی مزاحیہ بات کہنے کی ممانعت ہے۔ صرف ایسی مزاحیہ بات کہنے کی ممانعت ہے، جو جھوٹ ہو۔ جھوٹ سے پاک مزاحیہ بات فرمانا خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ ذیل میں اس بارے میں چار شواہد ملاحظہ فرمائیے:

ا: امام احمد اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ انہوں [حضرات صحابہ] نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

''نَعَمْ، غَيْرَ أَنِّي لَا أَقُوْلُ إِلَّا حَقًّا.'' [1]

---

[1] المسند، رقم الحديث ٨٧٢٣، ١٤/ ٣٣٩، (ط: مؤسسة الرسالة)؛ وصحيح سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی المزاح، رقم الحديث ١٦٢١ـ٢٠٧٥، ٢/ ١٩٢؛ ومختصر الشمائل المحمدية، باب ما جاء في صفة مزاح رسول الله ﷺ ⇦⇦⇦

''ہاں، لیکن میں تو سچ کے سوا کوئی اور بات نہیں کہتا۔''

۲: امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ!"

''اے دو کانوں والے۔''

ابو اُسامہ ❶ بیان کرتے ہیں: ''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [ان الفاظ کے ساتھ] ان سے مزاح فرماتے تھے۔''❷

۳: امام ابوداود اور امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنِّيْ حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ النَّاقَةِ."

''بلاشبہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروا رہا ہوں۔''

⇦⇦رقم الحدیث ۲۰۲، ص۱۲۶. الفاظِ حدیث مختصر الشمائل المحمدیه کے ہیں۔ امام بغوی نے اس کو [حسن] اور شیخ البانی نے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح السنة ۱۳/ ۱۸۰؛ وصحیح سنن الترمذي ۲/ ۱۹۲؛ ومختصر الشمائل المحمدیه ص۱۲۶).

❶ (ابواُسامہ): راویانِ حدیث میں سے ایک۔

❷ سنن أبي داود ، كتاب الأدب، باب ما جاء في المزاح، رقم الحدیث ۴۹۹۲، ۱۳/ ۲۳۵؛ وصحیح سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء فی المزاح، رقم الحدیث ۱۶۲۲ـ ۲۰۷۶، ۲/ ۱۹۲؛ ومختصر الشمائل المحمدیه، باب ما جاء فی صفة مزاح رسول الله صلی الله علیه وسلم ، رقم الحدیث ۲۰۰، ص۱۲۴ـ۱۲۵. الفاظِ حدیث مختصر الشمائل المحمدیه کے ہیں۔ امام بغوی اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح السنة ۱۳/ ۱۸۲؛ وصحیح سنن أبي داود ۳/ ۹۴۴؛ وصحیح سنن الترمذي ۲/ ۱۹۲؛ ومختصر الشمائل المحمدیه ص۱۲۵).

اس شخص نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

'' وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلاَّ النُّوقُ؟. ''[1]

''اور کیا اونٹوں کو اونٹنیوں کے سوا اور کوئی جنم دیتا ہے؟''

شیخ عظیم آبادی تحریر کرتے ہیں: ''اس حدیث اور اس باب [2] کی دیگر احادیث میں مزاح کا جواز [ثابت ہوتا] ہے، آنحضرت ﷺ صحابہ سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور [دورانِ مزاح] حق کے سوا کوئی اور بات نہ بولتے تھے۔''[3]

۴: امام احمد نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

''ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، بعض لوگ جب تھک جاتے، تو اپنی تلوار، ڈھال اور نیزہ مجھ پر رکھ دیتے، یہاں تک کہ میں نے اس قسم کا بہت زیادہ سامان اُٹھالیا۔

(یہ دیکھ کر) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''أَنْتَ سَفِيْنَةٌ'' [4]

''تم کشتی ہو۔''

---

[1] سنن أبی داود ، کتاب الأدب، باب ما جاء فی المزاح ، رقم الحدیث ٤٩٩٨، ١٣/٢٣٣؛ وصحيح سنن الترمذي، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في المزاح، رقم الحديث ١٦٢٣۔ ٢٠٧٧، ٢/١٩٢؛ ومختصر الشمائل المنحمديه، باب ما جاء في صفة مزاح رسول الله صلي الله عليه وسلم ، رقم الحديث ٢٠٣، ص١٢٦۔١٢٧. امام بغوی اور شیخ البانی نے اسے [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: شرح السنة ١٣٦/١٨٣؛ وصحيح سنن أبي داود ٣/٩٤٢؛ وصحيح سنن الترمذي ٢/١٩٢؛ و مختصر الشمائل المحمديه ص ١٢٦).

[2] ان کا اشارہ سنن ابی داود میں موجود باب بعنوان [باب ماجاء في المزاح]، [مزاح کے متعلق وارد نصوص کا باب] کی طرف ہے۔ [3] عون المعبود ١٣/ ٢٣٤.

[4] المسند ، رقم الحديث ٢١٩٢٥، ٣٦/٢٥٣۔٢٥٤. شیخ ارناؤط اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٣٦/ ٢٥٤).

یعنی تمہارا نام سفینہ [کشتی] ہے اور تمہارے ساتھی تم پر اپنا سامان بھی اسی طرح رکھ رہے ہیں، جیسے کہ کشتی میں رکھا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے، کہ سچی بات کے ساتھ مزاح جائز ہے، البتہ وہ مزاح حرام ہے، جس میں جھوٹ موجود ہو۔ اللہ کریم ہم سب کو جھوٹے مزاح سے محفوظ رکھیں۔ آمین یا ذا الجلال والإکرام.

(۱۱)

لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا

جھوٹ کی صورتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ کوئی شخص دوسروں کو ہنسانے کی غرض سے اپنی بات میں جھوٹ کی آمیزش کرے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس کا بُرا انجام بیان فرما کر امت کو اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت ائمہ احمد، ابوداود، ترمذی اور حاکم نے بہز بن حکیم سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ میرے باپ نے میرے لیے یہ حدیث میرے دادا رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی، کہ انہوں نے بیان کیا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

'' وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ، وَيْلٌ لَهُ. '' [1]

---

[1] المسند، رقم الحديث ۲۰۰۷۳، ۳۳/ ۲۶۲؛وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب، رقم الحديث ۴۹۸۰، ۱۳/ ۲۲۸؛ وجامع الترمذي، أبواب الزهد، باب ماجاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس، رقم الحديث ۲۴۱۷، ۶/۴۹۷_۴۹۸؛ والمستدرك على الصحيحين، كتاب الإيمان، ۱/۴۶. الفاظ حدیث جامع الترمذي کے ہیں۔ امام ترمذی اور شیخ البانی نے اسے [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: جامع الترمذي ۶/۴۹۸؛ وصحيح سنن أبی داود ۳/۹۴۲؛ وصحيح سنن الترمذي ۲/۲۶۸؛ وغاية المرام في تخريج أحاديث الحلال والحرام ص ۲۱۶). شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے اس کی [سند کو حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ۳۳/۲۶۲).

''اس شخص کے لئے [ویل] ہے، جو لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے بات کرتا ہے، تو اس میں جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ویل ہے، اس کے لیے ویل ہے۔''

اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے اس بات کی خبر دی ہے، کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کی غرض سے اپنی گفتگو میں جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے [ویل] ہے۔ اور [ویل] سے مراد بہت بڑی ہلاکت یا جہنم کی ایک گہری وادی ہے۔ [1] اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے اس سے محفوظ فرمائیں۔ آمین يا ذا الجلال والإكرام.

علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص کے [ویل] کا مستحق ہونے کا ذکر ایک مرتبہ نہیں، بلکہ تین مرتبہ فرمایا۔ علامہ مناوی نے اس تکرار کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''آنحضرت ﷺ نے ایسے شخص کی شدید بربادی کی خبر دینے کی خاطر اس [یعنی لفظ ویل] کا تکرار فرمایا، کیونکہ جھوٹ تنہا ہی ہر قابل مذمت برائی کی جڑ، اور ہر خرابی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اور جب اس کے ساتھ دوسروں کو ہنسانا شامل ہوگیا، جو دلوں کو مردہ کرتا ہے، نسیان کو کھینچتا ہے اور سرکشی کو لاتا ہے، تو پھر تو یہ انتہائی قبیح صورت اختیار کر جاتا ہے۔'' [2]

کس قدر نادان ہے وہ شخص جو دوسروں کو ہنسانے کی غرض سے اپنی عاقبت برباد کرتا ہے!

اے اللہ کریم! ہمیں ایسے احمق لوگوں میں شامل نہ فرمانا۔ آمین يا حي يا قيوم.

---

[1] ملاحظہ ہو: مرقاة المفاتيح ٨/ ٥٨٠؛ نیز ملاحظہ ہو: النهاية في غريب الحديث والأثر، مادة "الويل"، ٥/ ٢٣٦؛ والمفردات في غريب القرآن، مادة " ويل "، ص ٥٣٥ ؛ وفيض القدير للمناوي ٦/ ٣٦٧.

[2] فيض القدير ٦/ ٣٦٨.

(۱۲)

ازارہ تکلف جھوٹ بولنا

بعض لوگ ازراہ تکلف جھوٹ بولتے ہیں۔ انہیں کوئی چیز پیش کی جائے، تو وہ اس کی شدید رغبت اور خواہش کے باوجود کہتے ہیں: ''مجھے اس کی خواہش نہیں۔''

علامہ غزالی نے تحریر کیا ہے: جھوٹ کی ایک عام رائج صورت، جس کے بارے میں تساہل کیا جاتا ہے، یہ ہے، کہ [کسی سے] کہا جائے: ''کھانا تناول فرمائیے'' اور وہ جواب میں کہے: ''مجھے طلب نہیں'' [حالانکہ اس کو اس کی طلب ہوتی ہے]

ایسا کرنے سے روکا گیا ہے اور یہ حرام ہے، اگرچہ وہ دلی ارادے سے نہ بھی کہے۔ [1]

امام ابن ماجہ نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے [اس کو] ہم پر پیش فرمایا، تو ہم نے عرض کیا: ''ہمیں اس کی خواہش نہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

'' لَا تَجْمَعْنَ جُوْعًا وَ كِذْبًا. '' [2]

''بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کرو۔''

علامہ طیبی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: ''بھوکے ہونے کے باوجود تمہارا [ہمیں اس کی خواہش نہیں] کہہ کر کھانے کی پیش کش قبول کرنے سے انکار میں بھوک اور جھوٹ کو جمع کرنا ہے۔'' [3]

---

[1] ملاحظہ ہو: إحياء علوم الدين ۳/ ۱٤۰.

[2] سنن ابن ماجه، أبواب الأطعمة، باب عرض الطعام، رقم الحديث ۳۳٤۱، ۲/ ۲۳۹. حافظ بوصیری نے اس کی [سند کو حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: مصباح الزجاجة ۲/ ۱۷۹)؛ اور شیخ البانی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن ابن ماجه ۲/ ۲۳۰).

[3] شرح الطيبي ۹/ ۲۸۷۲.

ملا علی قاری نے لکھا ہے: ''زیادہ ظاہر بات یہ ہے، کہ اس [حدیث] میں انہیں جھوٹ سے روکا گیا ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے اس صورت میں دین و دنیا کا خسارہ جمع ہو جاتا ہے۔''[1]

اللہ کریم ہمیں از راہِ تکلف جھوٹ بولنے اور ہر قسم کے جھوٹ سے محفوظ فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین.

(۱۴)

مخاطب کو حقیر سمجھتے ہوئے جھوٹ بولنا

بعض لوگ مخاطب کو حقیر سمجھتے ہوئے جھوٹ بولنے سے احتراز نہیں کرتے، جیسے کہ بعض لوگ بچوں کو کسی کام میں ترغیب دینے یا کسی کام سے روکنے کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس قسم کے جھوٹ سے منع کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس بارے میں قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیے:

ا: نبی ﷺ کا اس سے منع فرمانا:

حضرت ائمہ احمد، ابو داود اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ بلاشبہ انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، اور میں اس وقت بچہ تھا۔''

انہوں نے بیان کیا: ''میں کھیلنے کی خاطر باہر نکلنے لگا، تو میری والدہ نے کہا: ''اے عبداللہ! آؤ میں تمہیں دوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم نے تو اسے دینے کا ارادہ نہیں کیا؟''

انہوں نے عرض کیا: ''میں اسے ایک کھجور دے رہی ہوں۔''

انہوں نے بیان کیا: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مرقاۃ المفاتیح ۸/ ۸۵.

"أَمَا أَنَّكِ لَوْ لَمْ تَفْعَلِي كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةً." ❶

"خبردار اگر تم ایسے نہ کرتی، تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔"

علامہ سندھی نے شرح حدیث میں لکھا ہے: "آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی: [لَوْ لَمْ تَفْعَلِي] سے مراد یہ ہے، کہ اگر تم اس کو کچھ نہ دیتی۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کناں ہے، کہ جو شخص وعدہ پورا نہ کرے، وہ جھوٹا ہے اور چھوٹے سے وعدہ ایسے ہی ہے، جیسے کہ بڑے سے۔ ❷

اس حدیث شریف سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے، کہ بچوں کے رونے پر لوگ جو کچھ ازراہ مزاح یا انھیں کچھ دینے یا کسی چیز سے ڈرانے کی غرض سے جھوٹ بولتے ہیں، وہ سب حرام ہے اور جھوٹ میں داخل ہے۔ ❸

ب: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس سے روکنا:

امام احمد نے ابوالاحوص سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"وَلَا يَعِدُ الرَّجُلُ صَبِيًّا، ثُمَّ لَا يُنْجِزُ لَهُ." ❹

---

❶ المسند، رقم الحديث ١٥٧٠٢، ٢٤/ ٤٧٠؛ وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب، رقم الحديث ٤٩٨١، ١٣/ ٢٢٨؛ والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الشهادات، باب من وعد غيره شيئًا ......، رقمي الحديثين ٢٠٨٣٩ و ٢٠٨٤٠، ١٠/ ٣٣٥. الفاظ حدیث المسند کے ہیں۔ شیخ ارناؤوط اور ان کے رفقاء نے حدیث المسند کے بارے میں [الحسن لغیرہ] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٢٤/ ٤٧٠)؛ شیخ البانی نے حدیث ابی داود کو [حسن] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحيح سنن أبي داود ٣/ ٩٤٣؛ نیز ملاحظہ ہو: سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ٧٤٨، ٢/ ٣٨٤-٣٨٥).

❷ منقول از: هامش المسند ٢٤/ ٤٧١. (ط: مؤسسة الرسالة).

❸ ملاحظہ ہو: عون المعبود ١٣/ ٢٢٩.

❹ المسند، جزء من رقم الأثر ٣٨٩٦، ٥/ ٣٤٣ (ط: القاهرة)؛ شیخ احمد شاکر نے اس کی سند کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: هامش المسند ٥/ ٣٤٣).

''ایسا نہ ہو، کہ آدمی بچے سے وعدہ کرلے، پھر اس کو پورا نہ کرے۔''

خلاصۂ گفتگو یہ ہے، کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں، کہ مخاطب کو چھوٹا، معمولی یا حقیر سمجھ کر اس سے جھوٹ بولے۔ اللہ کریم ہمیں ایسی حرکت سے محفوظ رکھیں۔ آمین یاحي یا قیوم۔

(۱۴)

ہر سنی ہوئی بات بیان کرنا

جھوٹ تک لے جانے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے، کہ آدمی جو کچھ سنے، اس کو تحقیق وثبوت کے بغیر دوسروں کے روبرو بیان کرنا شروع کردے۔ ایسے طرزِ عمل سے منع کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کے متعلق کچھ تفصیل سے ملاحظہ فرمائیے:

ا: نبی کریم ﷺ کا اس سے منع فرمانا:

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

'' كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ. '' [1]

''آدمی کے لیے یہ جھوٹ کافی ہے، کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے۔''

علامہ قرطبی نے شرح حدیث میں تحریر کیا ہے: معنی حدیث یہ ہے، کہ جس شخص نے ہر سنی ہوئی بات بیان کردی، تو اس کے لیے جھوٹ کا کافی حصہ حاصل ہوجاتا ہے، کیونکہ انسان اچھی بری، صحیح اور غلط باتیں سنتا ہے۔ جب وہ سب باتیں بیان کرے گا، تو غلط اور جھوٹی باتیں بھی بیان کرے گا، پھر وہ باتیں اس سے نقل کی جائیں گی، تو وہ خود اپنے نفس ہی میں جھوٹا ہوگا یا ان باتوں کی وجہ سے اس کو جھوٹا سمجھا جائے گا۔ [2]

---

[1] صحیح مسلم، المقدمة، رقم الحدیث ٥۔ (٥)، ١٠/١۔

[2] ملاحظہ ہو: المفہم ١١٧/١۔

علامہ طیبی رقم طراز ہیں: مراد یہ ہے، کہ اگر آدمی کی گفتگو میں اس کے سوا کوئی اور جھوٹ نہ ہو، کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو، سچ اور جھوٹ کی چھان پھٹک کے بغیر، بیان کر دیتا ہے، تو یہی جھوٹ اس کے لیے کافی ہوگا، کیونکہ آدمی جب ہر سنی ہوئی بات بیان کرے، تو وہ جھوٹ سے نہیں بچ سکتا، کیونکہ سنی ہوئی ساری باتیں تو سچ نہیں ہوتی، ان میں سے کچھ تو جھوٹی بھی ہوتی ہیں۔

ایسی کسی بات کی سچائی کو جانے بغیر بیان کرنے پر ڈانٹ ہے۔ آدمی پر لازم ہے کہ وہ تمام سنی ہوئی حکایات اور خبروں کے بارے میں تحقیق کرے۔ [1] اور خاص طور پر رسول کریم ﷺ کی احادیث کے بارے میں۔ اگر اس کو معلوم ہو جائے، کہ وہ سچ ہیں، تو بیان کرے، وگرنہ بیان نہ کرے۔ [2]

ب: سلف صالحین کا اس سے روکنا:

سلف صالحین نے بھی ہر سنی ہوئی بات کے بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں امام مسلم کے روایت کردہ چار اقوال درج ذیل ہیں:

۱: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے، کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔''

۲: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ [3] نے فرمایا: ''آدمی کے لیے یہی جھوٹ کافی ہے، کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔''

۳: امام مالک نے بیان کیا: ''جان لو! ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرنے والا شخص بچتا نہیں،

---

[1] شاید سنی ہوئی حکایات اور خبروں کے بارے میں تحقیق کرنا تب لازم ہوگا، جب انہیں بیان کرنے کا ارادہ ہو، وگرنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔

[2] ملاحظہ ہو: شرح الطیبی ۲/ ۶۲۳؛ نیز ملاحظہ ہو: مرقاۃ المفاتیح ۱/ ۳۹۲۔

[3] عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مراد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱/ ۷۵)۔

اور نہ ہی ہر سنی ہوئی بات بیان کرنے والا شخص کبھی بھی امام ہوسکتا ہے۔‘‘

۴: امام عبدالرحمٰن بن مہدی نے بیان کیا: ’’آدمی اس وقت امام نہیں ہوتا، کہ اس کی اقتدا کی جائے، یہاں تک کہ وہ بعض سنی ہوئی باتوں کو [اپنے ہی پاس] روک نہ لے [یعنی انہیں بیان نہ کرے]۔‘‘ ❶

امام نووی نے مذکورہ بالا آثار اور حدیث پر درج ذیل عنوان تحریر کیا ہے:

[بَابُ النَّهيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ.] ❷

[ہر سنی ہوئی بات کے بیان کرنے کی ممانعت کے متعلق باب]

امام نووی اس باب میں ذکر کردہ روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

’’اس باب میں موجود حدیث اور آثار میں اس بات پر ڈانٹ ہے، کہ انسان ہر سنی ہوئی بات بیان کرے، کیونکہ وہ عام طور پر سچ اور جھوٹ [دونوں] سنتا ہے۔ سو اگر وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے گا، تو غیر واقعی باتوں کے بارے میں خبر دینے کی بنا پر جھوٹ بولے گا۔‘‘ ❸

اللہ کریم ہمیں ہر سنی ہوئی بات بیان کرنے سے محفوظ رکھیں۔ آمین یا ذاالجلال والإکرام.

---

❶ صحيح مسلم، المقدمة، ١/ ١١.

❷ المرجع السابق ١/ ١١.

❸ شرح النووي ١/ ٧٥.

مبحث چہارم

جھوٹ بولنے کی اجازت کے مواقع

ا: اس کے متعلق تین احادیث

ہمارے نبی کریم ﷺ نے کچھ حالتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔ اس بارے میں ذیل میں تین احادیث شریفہ درج کی جارہی ہیں:

ا: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

" لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَنْمِيْ خَيْرًا أَوْ يَقُوْلُ خَيْرًا." [1]

"وہ کذاب نہیں، جو کہ لوگوں کے درمیان صلح کرواتے ہوئے اچھی بات نقل کرتا ہے، یا خیر کی بات کرتا ہے۔"

اس حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے جھوٹے ہونے کی نفی فرمائی ہے، جو کہ لوگوں کے درمیان اصلاح کی خاطر کچھ بات کرتا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث پر ان الفاظ میں عنوان قائم کیا ہے:

[بَابٌ لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِيْ يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ.] [2]

[لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے والے کے جھوٹا نہ ہونے کے متعلق باب]۔

---

[1] متفق عليه: صحيح البخاري، كتاب الصلح، رقم الحديث ٢٦٩٢، ٢٩٩/٥؛ وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الكذب وبيان المباح منه، رقم الحديث ١٠١ـ(٢٦٠٥)، ٢٠١١/٤.

[2] صحيح البخاري، كتاب الصلح، ٢٩٩/٥.

۲: بعض احادیث میں آنحضرت ﷺ نے اس کے علاوہ دو اور صورتوں میں بھی جھوٹ کے بارے میں رخصت دی ہے۔ ایسی احادیث میں سے ایک: امام ترمذی نے حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے بیان کیا، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لَا يَحِلُّ الْكَذِبُ إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ: يُحَدِّثُ الرَّجُلَ امْرَأَتَهُ لِيُرْضِيَهَا، وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ، وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ." ❶

"تین [حالتوں] کے سوا جھوٹ جائز نہیں: آدمی اپنی بیوی کو خوش کرنے کی خاطر بات کرے، جنگ میں جھوٹ اور لوگوں کے درمیان اصلاح کی خاطر جھوٹ۔"

۳: اسی بارے میں ایک حدیث امام احمد نے حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا:

"رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكِذَبِ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْحَرْبِ، وَفِي الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ، وَقَوْلِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِه." ❷

"نبی کریم ﷺ نے تین [صورتوں] میں جھوٹ کی رخصت دی ہے:

---

❶ جامع الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في إصلاح ذات البين، رقم الحديث ۲۰۰۳، ۵۸/۶. امام ترمذی نے اسے [حسن] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: المرجع السابق ۵۸/۶)؛ اور شیخ البانی نے [لِيُرْضِيَهَا] لفظ کے سوا باقی حدیث کو [صحیح] قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح سنن الترمذي ۱۸۳/۲).

❷ المسند، رقم الرواية ۲۷۲۷۸، ۲۴۹/۴۵ (ط. مؤسسة الرسالة). شیخ البانی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: "یہ اسناد شیخین کی شرط پر ہے، [لیکن] انہوں نے اس سند کے ساتھ روایت نہیں کیا۔" (سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۵۴۵، ۷۴/۲۔ ۷۷).

لڑائی میں، لوگوں کے درمیان اصلاح میں، اور آدمی کے اپنی بیوی کے ساتھ بات چیت میں۔''

ب: جائز جھوٹ کے بارے میں تنبیہات

ا: ان حالات میں جائز [جھوٹ] سے مراد:

امام خطابی تحریر کرتے ہیں: ''دو [اشخاص] کے درمیان اصلاح کرتے وقت جھوٹ سے مراد یہ ہے، کہ ایک شخص کی طرف سے دوسرے تک خیر کی بات پہنچائے، عمدہ خبر سنائے، اگرچہ اس نے وہ خبر سنی نہ ہو اور اس سے مقصود اصلاح ہو۔

جنگ میں جھوٹ یہ ہے، کہ اپنی قوت کا اظہار کرے، ایسی گفتگو کرے، کہ اس کے ساتھیوں کے لیے باعث تقویت ہو اور دشمن کو مغالطہ میں ڈالے۔ نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے، کہ بلاشبہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنگ دھوکا ہے۔''[1]

اور آدمی کا اپنی بیوی سے جھوٹ یہ ہے، کہ اس سے اچھے وعدے کرے اور اپنے دل میں اس کے لیے موجود محبت سے زیادہ کا اظہار کرے، تاکہ دونوں میں رفاقت دائمی ہو اور اس کے ساتھ بیوی کے معاملہ کی اصلاح ہو جائے۔''[2]

علامہ ابن الملک نے لکھا ہے: ''جنگ میں جھوٹ یہ ہے، کہ وہ مثال کے طور پر کہے: ''لشکر اسلام کثیر تعداد میں ہے۔''، ''انہیں بہت مدد پہنچ چکی ہے'' یا یہ کہے: ''پیچھے دیکھ، کہ فلاں شخص تجھے پیچھے سے مارنے کے لیے آ چکا ہے۔''[3]

انہوں نے میاں بیوی کے درمیان بولے جانے والے جھوٹ کے بارے میں تحریر کیا ہے: ''جیسے یہ کہے: ''مجھے آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں۔''[4]

---

[1] ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب الحرب خدعة، رقم الحديث ٣٠٢٩، ١٥٨/٦.

[2] منقول از: شرح الطيبي ١٠/ ٣٢١١.

[3] منقول از: مرقاة المفاتيح ٧٦٦/٨.

[4] منقول از: المرجع السابق ٧٦٦/٨.

۲: ان حالات میں جھوٹ کا استعمال بوقت مجبوری:

اس بارے میں علامہ غزالی نے لکھا ہے: جب جنگ اور باہمی اصلاح میں بات جھوٹ کے بغیر نہ بنے، تب جھوٹ جائز ہے، لیکن جہاں تک ممکن ہو، [ان حالات میں بھی] جھوٹ سے بچنا چاہیے، کیونکہ جب کوئی شخص جھوٹ کا دروازہ اپنے لیے کھول لیتا ہے، تو اس بات کا خدشہ ہوتا ہے، کہ پھر حاجت اور ضرورت کے بغیر بھی وہ جھوٹ کی طرف آئے گا۔ [1]

علامہ قرطبی تحریر کرتے ہیں: ''ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے، کہ ہر قسم کا جھوٹ حرام ہے۔ ان تین صورتوں کے علاوہ جھوٹ کی کوئی شکل جائز نہیں۔ اور ان صورتوں میں [بھی] آنحضرت ﷺ نے مصالح کے حاصل ہونے اور مفاسد کے دور ہونے کی بنا پر جھوٹ کی اجازت دی ہے۔ اور بہترین بات یہ ہے، کہ وہ ان تین صورتوں میں بھی جہاں تک ممکن ہو، جھوٹ نہ بولے۔ اور جب ممکن نہ ہو، تو پھر رخصت پر عمل کرے۔'' [2]

۳: کیا جھوٹ سے مراد تعریض اور توریہ ہے؟

قاضی عیاض نے مذکورہ بالا تین حالتوں میں جھوٹ بولنے کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا ہے، کہ اس جھوٹ کی نوعیت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے:

ایک گروہ کی رائے میں ایسے حالات میں جھوٹ کی مطلقاً اجازت ہے۔ انہوں نے مصلحت کی بنا پر خلافِ واقعہ بات کہنے کی رخصت دی ہے۔ اس بارے میں انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے قول:

---

[1] ملاحظہ ہو: احیاء علوم الدین ۱۳۷/۳۔ [2] المفهم ۵۹۲/۶۔

﴿ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ ﴾ ❶

[بلکہ ان کے بڑے نے کیا ہے۔]

اور ﴿ إِنِّي سَقِيْمٌ ﴾ ❷

[بلاشبہ میں بیمار ہوں۔]

اور "قَالَ: "أُخْتِي." ❸

[یقیناً وہ میری ہمشیرہ ہے۔]

اور یوسف علیہ السلام کے منادی کرنے والے کے قول:

﴿ أَيَّتُهَا الْعِيْرُ إِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴾ ❹

[اے قافلہ والو! بلاشبہ تم چور ہو۔]

سے استدلال کیا ہے۔ ان کے نزدیک قابل مذمت جھوٹ وہ ہے، جس میں ضرر ہو۔

بعض دوسرے علماء نے، جن میں امام طبری بھی شامل ہیں، کہا ہے: "کسی بھی چیز کے متعلق جھوٹ بولنا قطعی طور پر جائز نہیں۔"

انہوں نے مزید کہا ہے: اس بارے میں جھوٹ کے جواز کے سلسلہ جو کچھ وارد ہوا ہے، اس سے مراد توریہ اور تعریضات کا استعمال کرنا ہے، صریحاً جھوٹ بولنا مراد نہیں، مثال کے طور پر وہ اپنی بیوی سے وعدہ کرتا ہے، کہ وہ اس کے ساتھ احسان کرے گا، اس کو فلاں چیز پہنائے گا، تو وہ دل میں [ساتھ ہی] نیت کر لے، کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنا مقدر فرمایا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ ذو معنی کلمات استعمال کرے

---

❶ سورة الأنبياء/ جزء من رقم الآية ٦٣. ❷ سورة الصافات/ جزء من رقم الآية ٨٩.

❸ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب شراء المملوك من الحربي وهبته وعتقه، رقم الحديث ٢٢١٧، ٤/ ٤١٠. نیز دیکھیے: المرجع السابق، كتاب الطلاق، باب إذا قال لامرأته، وهو مُكْرَهٌ: "هذه أختي" فلا شيء عليه، ٩/ ٣٨٧.

❹ سورة يوسف ـ عليه السلام ـ/ جزء من الآية ٧٠.

اور مخاطب اس سے وہ مفہوم سمجھے، جس کے ساتھ اس کا دل خوش ہو جائے۔ اور جب وہ اصلاح کی کوشش کرے، تو وہ فریقین میں سے ہر ایک کے لیے دوسرے فریق کی عمدہ بات نقل کرے اور توریہ کرے۔ اسی طرح جنگ میں اپنے دشمن سے کہے: [تمہارا قائد اعلیٰ مر گیا ہے] اور نیت ان کے زمانہ ماضی کے امام کی کرے۔ یا وہ کہے: [کل ہمارے ہاں مدد پہنچ جائے گی]، اور نیت کھانے وغیرہ کی کرے۔ یہ صورتیں مباح تعریضات میں سے ہیں اور یہ سب جائز ہیں۔

ان علماء نے حضرت ابراہیم اور حضرت یوسف علیہما السلام کے قصوں اور اسی طرح کی دیگر باتوں کو بھی تعریضات پر ہی محمول کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم.[1]

علامہ مہلب نے اس بارے میں شدید موقف اختیار کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے: ''کسی بھی شخص کو یہ حق نہیں، کہ وہ جھوٹ کے جواز کا اعتقاد رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے جھوٹ سے مطلقاً منع فرمایا ہے اور بتلایا ہے، کہ وہ ایمان کے منافی ہے۔ اس لیے اس میں سے کچھ بھی جائز سمجھنا درست نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے صلح کے لیے جس بات کی رخصت دی ہے، وہ یہ ہے، کہ فریقین کے درمیان خیر کی جس بات کا اس کو علم ہو، بیان کر دے اور جو شر کی بات سنے، اس کے بارے میں خاموشی اختیار کرے، مشکل کام میں آسانی کے حصول، اور دُور کے قریب کرنے کے لیے [کوشش کرنے کا] وعدہ کرے۔ یہ معنی نہیں، کہ وہ کسی چیز کے بارے میں خلاف واقعہ خبر دے، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح آدمی کا بیوی سے وعدہ کرنا اور اس کو [کسی بات کی] امید دلانا جھوٹ میں سے نہیں ہے، کیونکہ جھوٹ کی حقیقت تو یہ ہے، کہ خلاف واقعہ بات کی خبر دی جائے اور وعدہ تو پورا کیے جانے تک حقیقت نہیں بنتا۔ اور مستقبل میں اس کے پورے ہونے کی امید ہوتی ہے، اس لیے اس کو

[1] ملاحظہ ہو: شرح النووي ۱۶/ ۱۵۸.

جھوٹ قرار دینا درست نہیں۔ اسی طرح جنگ میں ایسے الفاظ کے ساتھ تعریض اور ابہام کرنا جائز ہے، جن کے دو معانی ہوں، کہنے والا کا مقصود ایک معنی ہو اور سننے والا دوسرا معنی سمجھے اور یہ بھی خلاف واقعہ کسی بات کی خبر دینا نہیں ہے۔ ❶

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سفر ہجرت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا جاتا، تو وہ یہی طرزِ عمل اختیار فرماتے۔ امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، کہ انہوں نے بیان کیا: ''اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بال سفید ہو چکے تھے اور وہ [اہل مدینہ میں] معروف تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سفید بال نمودار نہ ہوئے اور نہ ہی وہ [ان کے ہاں] جانے پہچانے جاتے تھے۔ ❷ جب کوئی شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملتا، تو استفسار کرتا: ''اے ابوبکر! آپ کے آگے بیٹھا ہوا شخص کون ہے؟''

تو وہ جواب میں فرماتے: ''یہ سیدھی راہ کی طرف میری راہ نمائی کرنے والے شخص ہیں۔''

انہوں نے بیان کیا: ''سمجھنے والا سمجھتا، کہ ان کا خیال راستے میں راہ نمائی کرنا ہے اور ان کا مقصود راہِ خیر کی طرف ہدایت کرنا تھا۔'' ❸

امام ابن سعد کی ایک روایت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کا سبب بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس روایت میں ہے، کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے

---

❶ منقول از: شرح ابن بطال لصحيح البخاري ٨/ ٨٢.

❷ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمر میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے، لیکن سفید بالوں کی آمد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں پہلے ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تجارت کے سلسلے میں اہل مدینہ کے پاس سے گزر ہوتا رہتا تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبے عرصہ سے مکہ مکرمہ سے اس طرف سفر نہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو: فتح الباري ٧/ ٢٥٠).

❸ صحيح البخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة، جزء من رقم الحديث ٣٩١١، ٧/ ٢٤٩.

فرمایا: " أَلْهِ النَّاسَ عَنِّي."

" لوگوں کو مجھ سے مشغول کر دیجئے۔" [یعنی لوگوں کی توجہ میری طرف سے ہٹا دیجیے]

چنانچہ جب ان سے پوچھا جاتا: " تم کون ہو؟"

تو وہ جواب دیتے: " حصول مقصد کے لیے جستجو کرنے والا۔"

اور جب پوچھا جاتا: " یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟"

تو فرماتے: " ایک رہبر میری راہ نمائی کر رہے ہیں۔" [1]

امام نووی کی رائے میں مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے، البتہ افضل یہی ہے، کہ تعریض سے کام چلائے۔ حافظ ابن حجر نے بھی اسی رائے کو پسند کیا ہے۔

حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں: " نووی نے کہا ہے: ان تین حالات میں حقیقی جھوٹ جائز ہے، البتہ تعریض سے کام لینا افضل ہے۔" ابن العربی نے کہا ہے: " مسلمانوں پر شفقت کرتے ہوئے، ان کی حاجت کے پیش نظر، جنگ میں استثنائی طور پر جھوٹ کو نص کے ساتھ جائز قرار دیا گیا ہے اور اس میں عقل کا کچھ دخل نہیں۔ اگر جھوٹ کی حرمت عقل کے ساتھ ہوتی، تو [کبھی بھی] حلال نہ ہو سکتا تھا۔"

پھر حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر کرتے ہیں: " اس کی تقویت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کے قصہ سے ہوتی ہے، جس کو احمد، ابن حبان اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، کہ انہوں [حجاج رضی اللہ عنہ] نے اہل مکہ سے اپنا مال نکالنے کی خاطر حسب مصلحت بات کہنے کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اور انہوں نے اہل مکہ کو بتلایا، کہ خیبر والوں

---

[1] منقول از: فتح الباري ٧/ ٢٥١؛ نیز ملاحظہ ہو: الطبقات الکبری لابن سعد ١/ ٢٣٣-٢٣٤.

نے مسلمانوں کو شکست دی ہے وغیرہ وغیرہ، جو کہ مشہور ہے۔'' ❶، ❷

شیخ البانی نے اس سلسلے میں لکھا ہے: ''صاحب بصیرت پر یہ بات مخفی نہیں، کہ گروہ اول کا قول ہی زیادہ راجح اور ان احادیث کے ظاہری معانی سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ دوسرے گروہ نے انہیں تعریض پر محمول کرنے کے لیے جو تاویل کی ہے، اس کی [حقیقت سے] دوری ڈھکی چھپی بات نہیں، خصوصاً جنگ کے دوران جھوٹ کے متعلق، کہ وہ اس قدر واضح ہے، کہ اس کے بارے میں دلیل پیش کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔'' ❸

۴: زوجین کے درمیان جواز جھوٹ سے مراد دھوکا بازی نہیں:

میاں بیوی کے درمیان جھوٹ بولنے کی اجازت سے یہ مراد نہیں، کہ وہ ایک دوسرے کی حق تلفی اور باہمی دھوکا دہی کی کوششوں میں لگے رہیں۔ اس بارے میں امام نووی نے تحریر کیا ہے: ''شوہر کا بیوی کے لیے اور بیوی کا اس کے لیے جھوٹ بولنے سے مراد یہ ہے، کہ وہ ایک دوسرے کے لیے باہمی محبت اور اپنے ذمہ واجبات کی ادائیگی کے وعدے کا اظہار کریں۔ اپنے واجبات کی ادائیگی میں مکر و فریب کرنے یا ناجائز حق کے حصول کی خاطر ایسا کرنے کی حرمت پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔ والله تعالٰی أعلم.'' ❹

حافظ ابن حجر نے قلم بند کیا ہے: ''ان کا اس بات پر اتفاق ہے، کہ عورت اور مرد

---

❶ ملاحظہ ہو: المسند، رقم الحدیث ۱۲٤۰۹، ۱۹/ ٤۰۰-٤۰۲؛ والإحسان في تقریب صحیح ابن حبان، کتاب السیر، باب الخلافة والإمارة، ذکر ما یستحب للإمام بذل عرضه لرعیته إذا کان في ذلك صلاح أحوالهم في الدین والدنیا، رقم الحدیث ٤٥۳۰، ۱۰/ ۳۹۰- ۳۹۳؛ والسنن الکبری للإمام النسائي، کتاب السیر، الرجل یکون له المال عند المشرکین فیقول شیئًا یخرجه به ماله، رقم الحدیث ۸٥۹۲، ۸/ ۳۷. حافظ ہیثمی نے اس کے بارے میں لکھا ہے: ''احمد، ابو یعلی، بزار اور طبرانی نے اس کو روایت کیا ہے، اور اس کے راویان الصحیح کے روایت کرنے والے ہیں۔'' (مجمع الزوائد ۱/ ۱٥۵). شیخ البانی نے اس کو [صحیح] کہا ہے۔ (ملاحظہ ہو: صحیح موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان ۲/ ۱٤۷).

❷ فتح الباري ۲/ ۱٥۹.

❸ سلسلة الأحادیث الصحیحة ۲/ ۷۸.

❹ شرح النووي ٦/ ۱٥۸.

کے درمیان جھوٹ سے مراد صرف وہ ہے، جو کہ واجب الذمہ حق کو ساقط نہ کرے اور ناحق کچھ لینے کا سبب نہ بنے۔'' [1]

شیخ البانی رقم طراز ہیں: ''میں کہتا ہوں: جائز جھوٹ میں سے یہ نہیں، کہ اس [بیوی] کے ساتھ کسی ایسی چیز کا وعدہ کرے، جس کو پورا کرنے کا اس کا ارادہ ہی نہ ہو اور نہ ہی یہ مراد ہے، کہ اس کو خوش کرنے کی خاطر یہ کہے، کہ میں نے فلاں چیز تمہارے لیے اس قیمت سے خریدی ہے، جو کہ اصل قیمت سے زیادہ ہو، کیونکہ اگر کبھی اصل صورت حال کا انکشاف ہو جائے، تو پھر یہی بات شوہر کے بارے میں بدگمانی کا سبب جاتی ہے اور یہ بات خرابی کی ہے، اصلاح کی نہیں۔'' [2]

۵: اضطراری حالت میں جھوٹ کے جواز پر اتفاق:

اضطراری حالت میں جھوٹ بولنے کے جائز ہونے کے بارے میں اہل علم نے اجماع امت نقل کیا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی عیاض نے تحریر کیا ہے: ''اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، کہ اگر کسی شخص کے ہاں ایک آدمی چھپا ہوا ہو اور کوئی ظالم اس کو [ناحق] قتل کرنا چاہے، تو اس شخص پر واجب ہے، کہ وہ اس کے بارے میں جھوٹ بولتے ہوئے لاعلمی ظاہر کرے۔'' [3]

حافظ ابن حجر کہتے ہیں: ''اضطراری حالت میں جھوٹ بولنے کے جواز پر اتفاق ہے، جیسے کہ ایک ظالم کسی آدمی کو [ناحق] قتل کرنا چاہے اور وہ شخص کسی دوسرے آدمی کے پاس چھپا ہوا ہو، تو اس کے لیے اس کے اپنے پاس ہونے کی نفی کرنا درست ہے، اور اس پر قسم [بھی] کھائے، تو اس کو گناہ نہ ہوگا۔'' واللہ تعالیٰ أعلم. [4]

---

[1] فتح الباري ٥/ ٣٠٠.

[2] سلسلة الأحاديث الصحيحة، المجلد الأول/شرح حديث رقم ۴۹۸ کے ضمن میں شیخ البانی کا کلام۔

[3] منقول از: شرح النووي ١٦/ ١٥٨. [4] فتح الباري ٥/ ٣٠٠.

حرفِ آخر

ربِ علیم وحکیم کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں، کہ انہوں نے اس اہم اور سنگین موضوع کے بارے میں میرے ایسے کمزور بندے کی اس معمولی کوشش کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ فَلَهُ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يُحِبُّهُ وَيَرْضَاهُ.

اب اللہ تعالیٰ ہی سے عاجزانہ التجا ہے، کہ اس کو میرے اور قارئین کے لیے خیر و برکت اور اپنے تقرب کا ذریعہ بنا دیں۔ إنه سميع مجيب.

نتائج بحث:

اس کتاب میں توفیقِ الٰہی سے متعدد باتیں اجاگر ہوئیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

اول: جھوٹ کی سنگینی:

۱: جھوٹ زمانہ جاہلیت میں بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔

۲: جھوٹ ایمان کے منافی ہے اور عباد الرحمٰن جھوٹ کی مجالس سے دُور رہتے ہیں۔

۳: جھوٹ شرک کا ساتھی اور منافقوں کی خصلتوں میں سے ہے۔

۴: دروغ گوئی شیطان کی خصلت ہے۔

۵: جھوٹ باعثِ قلق و اضطراب اور ہدایت کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

۶: جھوٹ اور اس کے مطابق عمل کرنا روزے کی قبولیت کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

۷: جھوٹ تاجروں کو فاجر بنا دیتا ہے، یہ اپنے بولنے والوں کو گناہوں کی طرف اور پھر

جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔

۸: جھوٹ شدید اور طویل عذاب کا سبب بنتا ہے۔

۹: جھوٹ نبی کریم ﷺ اور حضراتِ صحابہ کی نگاہوں میں بدترین عادت تھی۔

۱۰: جھوٹ میں خیر نہیں۔

دوئم: جھوٹ چھوڑنے کا عظیم صلہ:

جھوٹ چھوڑنے والا دنیا و آخرت میں عظیم برکتوں اور بیش قیمت فوائد سے نوازا جاتا ہے، جب کہ جھوٹ بولنے والا دونوں جہانوں میں شدید سزاؤں کا مستحق قرار پاتا ہے۔ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے جھوٹے منافقوں اور تین سچے مسلمان صحابہ کا واقعہ اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سوئم: جھوٹ کی اقسام:

جھوٹ کی متعدد اقسام ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱: جھوٹ کی بدترین قسم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے اور اس کی متعدد شکلیں ہیں۔ انہی میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: اللہ تعالیٰ پر کسی کو اپنا بیٹا بنانے کا افترا۔

ب: خودستائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی نسبت۔

ج: اپنی جانب سے حلت و حرمت کا حکم لگا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا۔

۲: دوسرے درجے کا سنگین ترین جھوٹ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ بعض نادان لوگوں نے ترغیب و ترہیب کی خاطر آنحضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے جواز کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن ان کی پیش کردہ دلیلیں بے وزن اور کھوکھلی ہیں۔ صرف آنحضرت ﷺ پر جھوٹ باندھنا ہی حرام نہیں، بلکہ جھوٹی حدیث نقل کرنا بھی حرام ہے، البتہ ان کے جھوٹے ہونے کے اظہار کی

خاطر انہیں بیان کرنا درست ہے۔ بعض حضرات صحابہ نبی کریم ﷺ پر جھوٹ کے خدشے کی بنا پر بہت کم احادیث روایت کرتے تھے۔

۳: جھوٹ کی اقسام میں سے جھوٹا خواب بیان کرنا اور اپنے باپ کی بجائے کسی اور شخص کی طرف اپنی نسبت کرنا بھی ہے۔ کسی اور شخص کی طرف نسبت کرنے کی شکلوں میں سے خود کو اپنے سوا کسی اور قبیلے کی طرف منسوب کرنا اور کسی لے پالک کو اپنی طرف منسوب کرنا ہے۔

۴: جھوٹ کی اقسام میں سے ایک غیر موجود چیز یا صلاحیت کے وجود کا اظہار یا دعویٰ کرنا ہے۔ زمانہ حاضر میں اس کی موجود شکلوں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

ا: ملازمت کے حصول کے لیے غیر موجود صلاحیت اور مہارت کا دعویٰ کرنا۔

ب: نیم خواندہ لوگوں کا اہل علم یا مخصوص پیشے سے منسلک لوگوں کا لباس پہننا۔

ج: بعض اہل علم کا اپنی حیثیت سے بڑے القاب کو اپنے لیے بالواسطہ یا بلاواسطہ رواج دینا۔

د: بعض اعلیٰ عہدیداروں کا اپنے ماتحت لوگوں کے علمی و تحقیقی کاموں کو اپنی طرف منسوب کروانا۔

۵: جھوٹ کی اقسام میں سے ایک تہمت لگانا ہے۔ اور اس کی شکلوں میں سے تین درج ذیل ہیں:

ا: بے قصور کو موردِ الزام ٹھہرانا۔

ب: پاک دامن مردوں اور عورتوں پر بے حیائی کا الزام لگانا۔

ج: اپنا قصور بے گناہ کے سر تھوپ دینا۔

۶: جھوٹ کی اقسام میں سے ایک جھوٹی گواہی دینا اور حصول مال کے لیے جھوٹی قسم

کھانا ہے۔ جھوٹی قسم کھانے کی شکلوں میں سے دو درج ذیل ہیں:
ا: مسلمانوں کا مال ناجائز ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھانا۔
ب: سودا بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھانا۔
علاوہ ازیں سودے بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کی صورتوں میں سے تین درج ذیل ہیں:
ا: قیمت خرید حقیقت سے زیادہ بتلانے کے لیے۔
ب: سودے کی بازار میں لگائی گئی قیمت سے زیادہ قیمت بتلانے کی غرض سے۔
ج: مخصوص قیمت پر سودا فروخت نہ کرنے کی خاطر۔

۷: جھوٹ کی اقسام میں سے تجارت میں جھوٹ اور مزاحیہ طور پر جھوٹ بولنا بھی شامل ہیں، البتہ سچ گوئی کے ساتھ مزاح کی اجازت ہے۔ اس قسم کے مزاح کے متعدد شواہد آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ میں موجود ہیں۔

۸: جھوٹ کی اقسام میں لوگوں کو ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولنا، از راہِ تکلف جھوٹ بولنا، مخاطب کو حقیر سمجھتے ہوئے جھوٹ بولنا اور ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرنا بھی شامل ہیں۔

چہارم: جھوٹ بولنے کی اجازت کے مواقع:

ا: درج ذیل حالتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے:
ا: جنگ میں۔
ب: لوگوں کے درمیان اصلاح کرواتے وقت۔
ج: میاں بیوی کے درمیان۔

۲: علمائے امت نے مذکورہ بالا حالتوں میں بولے جانے والے جھوٹ کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔

۳: ان حالات میں جھوٹ کا استعمال صرف اسی وقت کیا جاتا ہے، جب کہ اس کے سوا چارہ کار نہ ہو۔

۴: بعض علماء کے نزدیک ان حالات میں بولے جانے والے جھوٹ سے مراد توریہ اور تعریض ہے، صریحا جھوٹ مراد نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک جب جھوٹ کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ ہو، تو پھر صریحاً جھوٹ کی بھی اجازت ہے۔ اور شاید یہ دوسری رائے ہی راجح ہے۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

۵: میاں بیوی کے درمیان جھوٹ کی اجازت کا مقصد ایک دوسرے کو دھوکا دینا اور ایک دوسرے کی حق تلفی کرنا نہیں۔

۶: اضطراری حالت میں جھوٹ بولنے کے جواز پر امت کا اتفاق ہے۔

اپیل:

اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں ادب واحترام سے:

۱: اہل علم وفضل، طلبہ اور تربیت کرنے والے حضرات وخواتین سے التماس کرتا ہوں، کہ وہ جھوٹ کے بارے میں کتاب وسنت میں بیان کردہ باتوں کو خود سمجھیں اور دوسروں کو سمجھائیں۔

۲: دعوت وتربیت کے عظیم کام میں مشغول حضرات سے درخواست کرتا ہوں، کہ وہ اپنی دعوت وتربیت میں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے مکمل طور پر اجتناب کریں۔ جھوٹ میں کچھ خیر نہیں۔ وعظ ونصیحت کرنے کے لیے کتاب وسنت کی ثابت شدہ باتیں بہت کافی ہیں۔

۳: تاجر حضرات سے گزارش کرتا ہوں، کہ وہ لین دین میں کلی طور پر ہر ظاہری و باطنی، براہِ راست اور بالواسطہ جھوٹ سے دور ہوجائیں۔ ہم سب کا معاملہ اللہ تعالیٰ

کے ساتھ ہے اور ان سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اور ہم سب اس بات کو اچھی طرح اپنے دلوں میں راسخ کرلیں، کہ جھوٹ سے حاصل شدہ مال میں کچھ خیر نہیں۔

۴: اپنے آپ کو اور روئے زمین پر موجود تمام مسلمان مردوں اور عورتوں، بلکہ تمام انسانیت کو نصیحت کرتا ہوں، کہ وہ ہر قسم کے جھوٹ کو ترک کردیں، کیونکہ اسی میں اطمینان، راحت، سکون اور دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔

رب حی و قیوم سے انتہائی عاجزانہ التجا ہے، کہ وہ مجھ کمزور، میرے اہل و عیال، میرے بہن بھائیوں، ان کے اہل و عیال، تمام مسلمانوں اور ان کے اہل و عیال کو ہر قسم کے جھوٹ سے زندگی کے آخری لمحات تک محفوظ رکھیں اور ہمارا انجام سچے لوگوں کے ساتھ فرمادیں۔ إنّهُ قریب مجیب.

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ. وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

المراجع و المصادر

١ـ "الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للأمير علاء الدين الفارسي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨ھ، بتحقيق الشيخ شعيب الارناؤوط.

٢ـ "أحكام القرآن" للإمام أبي بكرابن العربي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذ علي محمد البجاوي.

٣ـ "إحياء علوم الدين" للعلّامة الغزالي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٢ھ، بتخريج الحافظ العراقي.

٤ـ "الأدب المفرد" للإمام البخاري، ط: عالم الكتب بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٥ھ، بترتيب و تقديم أ. كمال يوسف الحوت.

٥ـ "أضواء البيان في ايضاح القرآن بالقرآن" للعلّامة محمد الأمين الشنقيطي، ط: على نفقة سمو الأمير أحمد بن عبدالعزيز آل سعود، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٣ھ.

٦ـ "إعلام الموقعين عن رب العالمين" للإمام ابن القيم، ط: دار الفكر، بيروت ١٣٩٧ھ، بتحقيق محمد محيي الدين عبدالحميد.

٧ـ "الإكليل في استنباط التنزيل" للإمام السيوطى، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠١ھ، بتحقيق الأستاذ سيف الدين عبدالقادر كاتب.

٨ـ "إكمال إكمال المعلم" للعلّامة الأبي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٥ھ، بتصحيح الأستاذ محمد سالم هاشم.

٩ـ "إنجاز الحاجة شرح سنن ابن ماجة" للشيخ محمد علي جانباز، ط: المكتبة القدوسية لاهور، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ.

١٠- "أيسر التفاسير" للشيخ أبي بكر الجزائري، بدون اسم الناشر، الطبعة الأولى ١٤٠٧ھ.

١١- "بهجة النفوس وتحليها بمعرفة ما لها و ما عليها" (شرح مختصر صحيح البخاري) المسمّى بـ (جمع النهاية في بدء الخير والنهاية) للإمام ابن أبي جمرة الأندلسي، ط: دار الجيل بيروت، الطبعة الثالثة ١٩٧٩م.

١٢- "تحذير الخواص من أكاذيب القصاص" للإمام السيوطي، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية ١٤٠٤ھ، بتحقيق د. محمد بن لطفي الصبّاغ.

١٣- "تحفة الأحوذي" شرح جامع الترمذي للشيخ محمد عبدالرحمن المباركفوري، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ھ.

١٤- "تذكرة الأريب في تفسير الغريب" للحافظ ابن الجوزي، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٧ھ، بتحقيق د. علي حسين البواب.

١٥- "الترغيب والترهيب" للحافظ المنذري، ط: دار الفكر بيروت، سنة الطبعة ١٤٠١ھ، بتحقيق الشيخ مصطفى محمد عمارة.

١٦- "تفسير البيضاوي" المسمّى بـ "أنوار التنزيل وأسرار التأويل" للقاضي ناصر الدين البيضاوي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨ھ.

١٧- "تفسير التحرير والتنوير" للشيخ محمد الطاهر ابن عاشور، ط: الدار التونسية للنشر تونس، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٣٩٩ھ.

١٨- "تفسير السعدي" المسمّى بـ "تيسير القرآن في تفسير كلام المنّان" للشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢١ھ، بتحقيق الشيخ عبدالرحمن بن معلّا اللويحق.

١٩- "تفسير أبي السعود" المسمّى بـ "إرشاد العقل السليم إلى مزايا القرآن الكريم" للقاضي أبي السعود، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٢٠- "تفسير القاسمي" المسمّى بـ "محاسن التأويل" للعلامة محمد جمال الدين

القاسمي، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الثالثة ١٣٩٨ه، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي.

٢١ـ "تفسير القرطبي" المسمّى بـ "الجامع لأحكام القرآن" للعلّامة القرطبي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٢٢ـ "التفسير الكبير" المسمّى: بـ "مفاتيح الغيب" للعلّامة فخر الدين الرازي، ط: دار الكتب العلمية طهران، الطبعة الثالثة، بدون سنة الطبع.

٢٣ـ "تفسير ابن كثير" المسمّى بـ "تفسير القرآن العظيم" للحافظ ابن كثير، ط: دار الفيحاء دمشق و دار السلام الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٣ه، بتقديم الشيخ عبدالقادر الأرناؤوط.

٢٤ـ "تفسير المنار" للسيد محمد رشيد رضا، ط: دار المعرفة بيروت، الطبعة الثانية، بدون سنة الطبع.

٢٥ـ "التلخيص" للحافظ الذهبي، ط: دار المعرفة بيروت، بدون الطبعة و سنة الطبعة.

٢٦ـ "جامع الترمذي" (المطبوع مع شرحه تحفة الأحوذي)، للإمام أبي عيسى الترمذي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ه.

٢٧ـ "الجواب الصحيح لمن بدّل دين المسيح عليه السلام" لشيخ الإسلام ابن تيميه، ط: مطابع نجد التجارية، بدون الطبعة وسنة الطبع.

"دعوة الرسل إلى الله تعالىٰ" للشيخ محمد أحمد العدوي، ط: دار المعرفة بيروت، سنة الطبع ١٤١٤ه.

٢٨ـ "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" للعلّامة محمود الألوسي، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ه.

٢٩ـ "زاد المعاد في هدي خير العباد ﷺ" للإمام ابن قيم الجوزية، بتحقيق الشيخين شعيب الأرناؤوط و عبدالقادر الأرناؤوط، ط: مؤسسة الرسالة بيروت و مكتبة المنار الإسلامية الكويت، الطبعة الأولى ١٣٩٩ه.

٣٠۔ "الزهد" للإمام هناد بن السري التميمي، توزيع: على نفقة أمير دولة قطر، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٦ه، بتحقيق الشيخ محمد أبي الليث الخير آبادي.

٣١۔ "سلسلة الأحاديث الصحيحة" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني، ط: مكتبة المعارف بالرياض، الطبعة الأولى ١٤١٦ه.

٣٢۔ "سنن الدارمي" للإمام أبي محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، ط: حديث اكادمي فيصل آباد، باكستان، بدون الطبعة و سنة الطبع ١٤٠٤ه.

٣٣۔ "سنن أبي داود" (المطبوع مع عون المعبود) للإمام سليمان بن الأشعث السجستاني، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠ه.

٣٤۔ "السنن الكبرىٰ" للإمام البيهقي، ط:دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٤ه، بتحقيق الشيخ محمد عبدالقادر عطا.

٣٥۔ "سنن النسائي" (المطبوع مع شرح السيوطي و حاشية السندي) للإمام أبي عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، ط: دار الفكر بيروت، الطبعة الأولى ١٣٤٨ه.

٣٦۔ "شرح السنة" للإمام البغوي، ط: المكتب الإسلامي، الطبعة الأولى ١٣٩٠ه، بتحقيق الشيخين شعيب الأرناؤوط وزهير الشاويش.

٣٧۔ "شرح صحيح البخاري لابن بطال" ط: مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠ه، بتحقيق الأستاذ أبي تميم ياسر بن إبراهيم.

٣٨۔ "شرح الطيبي على مشكاة المصابيح" للإمام شرف الدين الطيبي، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة، الطبعة الأولى ١٤١٧ه، بتحقيق د. عبدالحميد هنداوي.

٣٩۔ "صحيح الأدب المفرد" للإمام البخاري بقلم الشيخ محمد ناصر الدين الألباني، نشر: دار الصديق الجبيل، الطبعة الأولى ١٤٢١ه.

٤٠۔ "صحيح البخاري" (المطبوع مع فتح الباري) للإمام محمد بن اسماعيل البخاري، نشر وتوزيع: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٤١ـ "صحيح الترغيب والترهيب" تحقيق الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: مكتبة المعارف الرياض ، الطبعة الثالثة ١٤٠٩هـ.

٤٢ـ "صحيح سنن الترمذي" اختيار الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، نشر: مكتب التربية العربي لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٩هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش .

٤٣ـ "صحيح سنن أبي داود" صحّح أحاديثه الشيخ محمد ناصر الدين ألالباني ، ط: مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش .

٤٤ـ "صحيح سنن ابن ماجه" اختيار الشيخ محمد ناصر الدين ألالباني ، ط: مكتب التربية العربى لدول الخليج الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠١هـ، بإشراف الشيخ زهير الشاويش .

٤٥ـ "صحيح مسلم" للإمام مسلم بن الحجاج القشيري، نشر و توزيع: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٠هـ، بتحقيق الشيخ محمد فؤاد عبدالباقي .

٤٦ـ "الصمت وحفظ اللسان" للإمام ابن أبي الدنيا، ط: دار الاعتصام القاهرة ، الطبعة الأولى ١٤٠٦هـ، بتحقيق د. محمد أحمد عاشور .

٤٧ـ "عمدة القاري" للعلّامة بدر الدين العيني، ط: دار الفكر بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٤٨ـ "عون المعبود شرح سنن أبي داود" للعلّامة أبي الطيب العظيم آبادي ، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٠هـ.

٤٩ـ "غاية المرام في تخريج أحاديث الحلال والحرام" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني، ط: المكتب الإسلامي ، الطبعة الأولى ١٤٠٠هـ.

٥٠ـ "غريب الحديث" للحافظ ابن الجوزي، ط: دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة

الأولى ١٤٠٥ھ ، بتحقيق د. عبدالمعطي أمين قلعجي .

٥١- "غريب القرآن وتفسيره" للإمام عبدالله بن يحيى اليزيدي ، ط: عالم الكتب بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٥ھ ، بتحقيق أ. محمد سليم الحاج .

٥٢- "الفائق في غريب الحديث" للعلّامة الزمخشري ، ط: دار المعرفة بيروت ، الطبعة الثانية ، بدون سنة الطبع ، بتحقيق الأستاذين محمد أبي الفضل إبراهيم و علي محمد البجاوي .

٥٣- "فتح الباري" للحافظ ابن حجر ، نشر و توزيع: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد بالمملكة العربية السعودية ، بدون الطبعة و سنة الطبع .

٥٤- "فتح القدير الجامع بين فنّي الرواية والدراية من علم التفسير" للعلّامة الشوكاني ، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة ، بدون الطبعة وسنة الطبع ، بتحقيق الأستاذ سعيد محمد اللحام .

٥٥- "فتح المغيث شرح ألفية الحديث" للحافظ محمد بن عبدالرحمن السخاوي ، ط: دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٣ھ .

٥٦- "فيض القدير شرح الجامع الصغير" للعلّامة عبدالرؤف المناوي ، ط: دار المعرفة بيروت ، الطبعة الثانية ١٣٩١ھ .

٥٧- "كتاب الزهد" للإمام وكيع بن الجراح ، ط: مكتبة الدار بالمدينة المنورة ، الطبعة الأولى ١٤٠٤ھ ، بتحقيق د. عبدالرحمن الفريوائی .

٥٨- "الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل من وجوه التنزيل" للعلّامة أبي القاسم الزمخشري ، ط: دار المعرفة بيروت ، بدون الطبعة وسنة الطبع .

٥٩- "مجمع الزوائد و منبع الفوائد" للحافظ نور الدين الهيثمي ، ط: دار الكتاب العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ١٤٠٢ھ .

٦٠- "مختصر الشمائل المحمدية" للإمام الترمذي ، اختصره و حققه الشيخ محمد ناصر الدين الألباني ، ط: المكتبة الاسلامية عمان و مكتبة المعارف الرياض ،

الطبعة الثانية ١٤٠٦ھ.

٦١- "مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح" للعلامة الملا علي القاري، ط: المكتبة التجارية مكة المكرمة، بدون الطبعة و سنة الطبع، بتحقيق الأستاذ صدقي محمد جميل عطار.

٦٢- "المستدرك على الصحيحين" للإمام أبي عبدالله الحاكم، ط: دار الكتاب العربي بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع.

٦٣- "المسند" للإمام احمد بن حنبل، ط: المكتب الإسلامي، بدون الطبعة وسنة الطبع، [أو: ط: دار المعارف مصر، الطبعة الثالثة ١٣٦٨ھ] [أو: ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧ھ]

٦٤- "مسند أبي داود الطيالسي" ط: دار هجر، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ، بتحقيق د. محمد بن عبدالمحسن التركي.

٦٥- "مسند الشهاب" للقاضي أبي عبدالله القضاعي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٧ھ، بتحقيق الشيخ حمدى عبدالحميد السلفي.

٦٦- "مسند أبي يعلى الموصلي" للإمام أحمد بن علي بن المثنى التميمي، ط: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤ھ، بدراسة و تقديم الأستاذ حسين سليم أسد.

٦٧- "مصباح الزجاجة في زوائد ابن ماجه" للحافظ أحمد بن أبي بكر الكناني البوصيري، ط: دار الجنان بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٦ھ، بدراسة و تقديم الأستاذ كمال يوسف الحوت

٦٨- "المصنف" للحافظ ابن أبي شيبة، ط: الدار السلفية بومباي الهند، الطبعة الأولى ١٤٠٢ھ، بتحقيق الشيخ مختار أحمد الندوي.

٦٩- "المصنف" للإمام عبدالرزاق الصنعاني، ط: المجلس العلمي بجنوب افريقيا، الطبعة الأولى ١٣٩٠ھ، بتحقيق الشيخ حبيب الرحمن الأعظمي.

٧٠- "المفردات في غريب القرآن" للعلامة الراغب الأصفهاني، ط: دار المعرفة

بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذ محمد سيد كيلاني.

٧١- "الموضوعات" للحافظ ابن الجوزي، الناشر: المكتبة السلفية بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ١٣٨٦ه، بتحقيق الشيخ عبدالرحمن محمد عثمان.

٧٢- "الموضوعات الكبرىٰ" للعلامة الملا علي القاري، الناشر: قديمي كتب خانه آرام باغ كراتشي، بدون الطبة وسنة الطبع، بتحقيق أ. أبي هاجر محمد زغلول.

٧٣- "النهاية في غريب الحديث والأثر" للإمام ابن الأثير، الناشر: المكتبة الأسلامية بيروت، بدون الطبعة وسنة الطبع، بتحقيق الأستاذين طاهر أحمد الزاوي ود. محمود محمد الطناحي.

٧٤- "نيل المرام من تفسير آيات الأحكام" للشيخ محمد صديق حسن خان، ط: دار الرائد العربي بيروت، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠١ه.

٧٥- "هامش الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان" للشيخ شعيب الأرناؤوط ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الأولى ١٤٠٨ه.

٧٦- "هامش تذكرة الأريب في تفسير الغريب" للدكتور على البواب، ط: مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الأولى ١٤٠٧ه.

٧٧- "هامش الزهد" للشيخ محمد أبي الليث الخير آبادي، توزيع: على نفقة أمير دولة قطر، بدون الطبعة، سنة الطبع ١٤٠٦ه.

٧٨- "هامش الصمت" للدكتور محمد أحمد عاشور، ط: دار الاعتصام القاهرة، الطبعة الأولى ١٤٠٦ه.

٧٩- "هامش كتاب الزهد" للدكتور عبدالرحمن الفريوائي، ط: مكتبة الدار بالمدينة المنورة، الطبعة الأولى ١٤٠٤ه.

٨٠- "هامش مختصر الشمائل المحمدية" للشيخ محمد ناصر الدين الألباني، ط: المكتبة الإسلامية عمان و مكتبة المعارف الرياض، الطبعة الثانية ١٤٠٦ه.

٨١- "هامش المسند" للشيخ أحمد محمد شاكر، ط: دار المعارف مصر، الطبعة

الثالثة ١٣٦٨هـ.

٨٢- "هامش المسند" للشيخ شعيب الأرناؤوط و رفقائه، ط: مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٨٣- "هامش مسند أبي داود الطيالسي" للدكتور محمد بن عبدالمحسن التركي، ط: دار هجر، الطبعة الأولى، سنة الطبع ١٤١٩هـ.

٨٤- "هامش مسند الشهاب" للشيخ حمدي عبدالمجيد السلفي، ط: مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية ١٤٠٧هـ.

٨٥- "هامش مسند أبي يعلى الموصلي" للأستاذ حسين سليم أسد، ط: دار المأمون للتراث دمشق، الطبعة الأولى ١٤٠٤هـ.

مؤلف کی کتب

عربی کتب:

١۔ التقویٰ أهميتها وثمرتها وأسبابها

٢۔ الأذكار النافعة

٣۔ فضل آية الكرسيي و تفسيرها

٤۔ ابراهيم عليه الصلاة والسلام أباً

٥۔ حب النبی ﷺ وعلامته

٦۔ وسائل حب النبی ﷺ

٧۔ مختصر حب النبی ﷺ و علاماته

٨۔ النبی الكريم ﷺ معلماً

٩۔ أهمية صلاة الجماعة (فی ضوء النصوص وسير الصالحين)

١٠۔ من تصلی عليهم الملائكة ومن تلعنهم

١١۔ فضل الدعوة الی الله تعالیٰ

١٢۔ ركائز الدعوة الی الله تعالیٰ

١٣۔ الحرص علی هداية الناس (فی ضوء النصوص وسير الصالحين)

١٤۔ السلوك وأثره فی الدعوة ألی اللّٰه تعالیٰ

١٥۔ من صفات الداعية: مراعاة أحوال المخاطبين (فی ضوء الكتاب والسنة)

١٦۔ من صفات الداعية: اللين والرفق

١٧۔ الحسبة: تعريفها ومشروعيتها و وجوبها

١٨۔ الحسبة فی العصر النبوی وعصر الخلفاء الراشدين رضی اللہ عنہم

۱۹۔ شبهات حول الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر

۲۰۔ مسؤولية النساء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر(فی ضوء النصوص و سير الصالحين)

۲۱۔ حکم الاِنکار فی مسائل الخلاف

۲۲۔ الاحتساب علی الوالدين: مشروعيته، ودرجاته، وآدابه

۲۳۔ الاحتساب علی الأطفال

۲۴۔ قصة بعث أبی بکر جيش اُسامة رضی اللہ عنہما (دراسة دعوية)

۲۵۔ مفاتيح الرزق(فی ضوء الکتاب والسنة)

۲۶۔ التدابير الواقية من الزنا فی الفقه الاِسلامی

۲۷۔ التدابير الواقية من الربا فی الاِسلام

۲۸۔ شناعة الکذب وأنواعه

۲۹۔ لاتيئسوا من روح الله

۳۰۔ عظم منزلة البنت ومکانتها

اردو کتب:

۱۔ تقویٰ: اہمیت، برکات، اسباب

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بحیثیت والد

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اسباب

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلم

۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت والد

۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

۸۔ بیٹی کی شان وعظمت

۹۔ فرشتوں کا دُرود پانے والے اور لعنت پانے والے

۱۰۔ قرض کے فضائل و مسائل

۱۱۔ فضائل دعوت

۱۲۔ دعوتِ دین کس چیز کی طرف دی جائے؟

۱۳۔ دعوتِ دین کسے دیں؟

۱۴۔ دعوتِ دین کون دے؟

۱۵۔ دعوتِ دین کہاں دیں؟

۱۶۔ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں خواتین کی ذمہ داریاں

۱۷۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے متعلق شبہات کی حقیقت

۱۸۔ والدین کا احتساب

۱۹۔ بچوں کا احتساب

۲۰۔ مسائل قربانی

۲۱۔ مسائل عیدین

۲۲۔ لشکر اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی

۲۳۔ رزق کی کنجیاں

۲۴۔ اذکار نافعہ

۲۵۔ حج و عمرہ کی آسانیاں

۲۶۔ مختصر حج و عمرہ کی آسانیاں

۲۷۔ باجماعت نماز کی اہمیت

۲۸۔ زنا سے بچاؤ کی تدبیریں (زیر طبع)

دیگر زبانوں میں:

بنگالی:

۱۔ اذکار نافعہ

۲۔ نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کی علامتیں

۳۔ باجماعت نماز کی اہمیت

۴۔ مختصر حج وعمرہ کی آسانیاں

۵۔ فرشتوں کا درود پانے والے اور لعنت پانے والے

۶۔ بیٹی کی شان وعظمت

۷۔ رزق کی کنجیاں

انڈونیشی:

۱۔ نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

۲۔ رزق کی کنجیاں

فرانسیسی:

۱۔ نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کی علامتیں (مختصر)

انگریزی:

۱۔ نبی کریم ﷺ کی محبت اور اس کی علامتیں

۲۔ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی (زیر طبع)

مصنف کے تیار کردہ پوسٹر

۱۔ دعا کی شان وعظمت

۲۔ قبولیتِ دعا کے اسباب

۳۔ مرادیں پورا کروانے والی دعا

۴۔ پریشانی کو راحت سے بدلنے والی دُعا

۵۔ اولاد کے لیے چودہ دُعائیں

۶۔ نبی کریم ﷺ کی اطاعت کے فوائد اور نافرمانی کے نقصانات

۷۔ نبی کریم ﷺ کا قرب دلوانے والے اعمال

۸۔ رزق کی کنجیاں

۹۔ چار مفید اور تین نقصان والے کام

قرض کے فضائل اور مسائل

اس کتاب کے موضوعات:

- قرض اور اس کی شرعی حیثیت
- قرض دینے اور مقروض کے ساتھ حسنِ معاملہ کی تلقین
- ادائیگی قرض کی تلقین
- قرض کی واپسی کے لیے قانونی اقدامات
- نادار مقروض کی اعانت
- ادائیگی قرض کو یقینی بنانے کے لیے بعض تدبیریں
- ادائیگی قرض میں تاخیر پر تجویز کردہ دو سزاؤں کی شرعی حیثیت
- قرض کیساتھ کوئی اور شرط لگانا
- قرض کی زکوٰۃ
- بنک کارڈز اور ان کی شرعی حیثیت

اذکار ۲۰۶ ...

اس کتاب میں

توفیق الٰہی سے درج ذیل موضوعات کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں گفتگو کی گئی ہے:

- ذکر کے ⑲ فضائل
- قرآن کریم کے ⑫ فضائل
- بعض سورتوں اور آیات کے فضائل
- اذان کے ⑩ فضائل
- اذان کے متعلقہ اذکار کے فضائل
- وضو کے بعد پڑھی جانے والی دعا کی فضیلت
- مسجد میں داخل ہونے کی دعا کی فضیلت
- نماز کے بعض اذکار کے فضائل
- تہلیل، تحمید، تکبیر اور (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) کے ㉜ فضائل
- درود شریف کے ⑧ فضائل
- استغفار کے ⑯ فضائل
- صبح وشام کے بعض اذکار کے فضائل
- مرادیں پوری کروانے والے ⑧ اذکار
- متفرق ⑳ اذکار اور ان کے فضائل
- اذکار کے بارے میں ... تنبیہات

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

جھوٹ کی سنگینی اور اُس کی اقسام

دار النور اسلام آباد